عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد نمبر ۱۹ | ۲۳ تا ۲۹ صفر ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۸ تا ۲۴ مئی ۲۰۰۱ء | شمارہ نمبر ۵۲

قیمت: ۵ روپے

حضرت امیر مرکزیہ
کے تبلیغی اسفار کی
ایک جھلک

قادیانی جماعت کی تعداد کا گورکھ دھندہ

مسیحیت سے اسلام تک
مصر کے ایوانوں میں شور برپا کرنیوالے نومسلم کا مسیحیت پر بے لاگ تبصرہ

حضرت منیر الدینؒ کی رحلت

شہیدِ ناموس رسالتؐ غازی علم الدین شہیدؒ
حالات و واقعات کے آئینہ میں

Email:webmaster@khatme-nubuwwat.org

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

کیا روح کو دنیا میں گھومنے کی آزادی ہوتی ہے؟

س:...... روح کو دنیا میں گھومنے کی آزادی ہوتی ہے یا نہیں؟ کیا وہ جن جگہوں کو پہچانتی ہے، مثلاً گھر، وہاں جاسکتی ہے؟

ج: ...... کفار و فجار کی روحیں تو ''سجین'' کی جیل میں مقید ہوتی ہیں۔ ان کے کہیں آنے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور نیک ارواح کے بارے میں کوئی ضابطہ بیان نہیں فرمایا گیا۔ اس لئے اس سلسلہ میں قطعیت کے ساتھ کچھ کہنا مشکل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ روح اپنے تصرفات کے لئے جسم کی محتاج ہے۔ جس طرح جسم روح کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا، اسی طرح روح بھی جسم کے بغیر تصرفات نہیں کرسکتی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ موت کے بعد اس ناسوتی جسم کے تصرفات ختم کردیے جاتے ہیں۔ اس لئے مرنے کے بعد روح اگر کوئی تصرف کرسکتی ہے تو مثالی جسم سے کرسکتی ہے چنانچہ احادیث میں انبیأ کرام، صدیقین شہدأ اور بعض صالحین کے مثالی جسم دیئے جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جن ارواح کو مرنے کے بعد مثالی جسم عطا کیا جاتا ہے وہ اگر باذن اللہ کہیں آتی جاتی ہوں تو اس کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ مثلاً لیلۃ المعراج میں انبیأ کرام علیہم السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے لئے بیت المقدس میں جمع ہونا، شہداء کا جنت میں کھانا پینا اور سیر کرنا، اس کے علاوہ صالحین کے بہت سے واقعات اس قسم کے موجود ہیں لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ اس کے لئے کوئی ضابطہ متعین کرنا مشکل ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب احد سے واپس ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی قبر پر ٹھہرے اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہو۔ پھر صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا: ''پس ان کی زیارت کرو، اور ان کو سلام کہو، پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے نہیں سلام کہے گا ان کو کوئی شخص مگر یہ ضرور جواب دیں گے اس کو قیامت تک۔''

(حاکم وصححہ بیہقی، طبرانی)

مسند احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

''میں اپنے گھر میں یعنی حجرہ شریف روضہ مطہرہ میں داخل ہوتی تو پردہ کے کپڑے اتار دیتی تھی، میں کہا کرتی تھی کہ یہ تو میرے شوہر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور میرے والد ماجد ہیں، لیکن جب سے حضرت عمرؓ دفن ہوئے اللہ کی قسم میں کپڑے لپیٹے بغیر کبھی داخل نہیں ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیأ کی بنا پر۔'' (مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور ص۱۵۴)

کیا روحوں کا دنیا میں آنا ثابت ہے؟

س:...... کیا روحیں دنیا میں آتی ہیں یا عالم برزخ میں ہی قیام کرتی ہیں؟ اکثر ایسی شہادتیں ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے روحیں اپنے اعزہ کے پاس آتی ہیں۔ شب برأت میں بھی روحوں کی آمد کے بارے میں سنا ہے۔ آپ اس مسئلے کی ضرور وضاحت کیجئے مرنے کے بعد سوم، دسواں اور چہلم کی شرعی حیثیت کی وضاحت بھی بذریعہ اخبار دیجئے تاکہ عوام الناس کا بھلا ہو۔

ج:...... دنیا میں روحوں کے آنے کے بارے میں قطعی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں اور نہ اس سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث ہی وارد ہے۔ سوئم، دسواں اور چہلم خود ساختہ رسمیں ہیں ان کی مکمل تفصیل آپ کو میری کتاب ''اختلاف امت اور صراط مستقیم'' میں ملے گی۔

کیا روحیں جمعرات کو آتی ہیں؟

س:...... سنا ہے کہ ہر جمعرات کو ہر گھر کے دروازے پر روحیں آتی ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ اور کیا جمعرات کی شام کو ان کے لئے دعا کی جائے؟

ج:...... جمعرات کو روحوں کا آنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نہ اس کا کوئی شرعی ثبوت ہے باقی دعا و استغفار اور ایصال ثواب ہر وقت ہوسکتا ہے۔ اس میں جمعرات کی شام کی تخصیص بے معنی ہیں۔

کیا مرنے کے بعد روح چالیس دن تک گھر آتی ہے؟

س:...... کیا چالیس دن تک روح مرنے کے بعد گھر آتی ہے؟

ج:...... روحوں کا گھر آنا غلط ہے۔

حادثاتی موت مرنے والے کی روح کا ٹھکانا:

س:...... ایک صاحب کا دعویٰ ہے کہ جو ہنگامی موت یا حادثاتی موت مر جاتے ہیں یا کسی کے مار ڈالنے سے، سوا ایسے لوگوں کی روحیں برزخ میں نہیں جاتیں وہ کہیں خلا میں گھومتی رہتی ہیں اور متعلقہ افراد کو بسا اوقات دھمکیاں دینے آجاتی ہیں۔ مگر مجھے یہ سب باتیں سمجھ میں نہیں آتیں۔ میرا خیال ہے کہ روح پرواز کے بعد علیین یا سجین میں چلی جاتی ہے اور ہر ایک کے لئے برزخ ہے اور قیامت تک وہ وہیں رہتی ہے۔ براہ کرم قرآن و سنت کی روشنی میں میری تشفی فرمایئے؟

ج:...... ان صاحب کا دعویٰ بے غلط اور دور جاہلیت کی سی توہم پرستی پر مبنی ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں آپ کا نظریہ صحیح ہے، مرنے کے بعد نیک ارواح کا مستقر علیین ہے اور کفار و فجار کی ارواح سجین کے قید خانہ میں بند ہوتی ہے۔

روح پرواز کرنے کے بعد قبر میں سوال کا جواب کس طرح دیتی ہے؟

س:...... موت واقع ہوتے ہی روح پرواز کرجاتی ہے جسم دفن ہونے کے بعد یہ روح دوبارہ واپس آکر منکر نکیر کے سوالوں کے جواب کیسے دیتی ہے؟

ج:...... قبر میں روح کا ایک خاص تعلق جس کی کیفیت کا ادراک ہم نہیں کرسکتے جسم سے قائم کردیا جاتا ہے جس سے مردہ میں حس و شعور پیدا ہوجاتا ہے۔

○

http://www.khatme-nubuwwat.org.pk

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

۲۳ تا ۲۹ صفر ۱۴۲۲ھ بمطابق ۱۸ تا ۲۴ مئی ۲۰۰۱ء

جلد: ۱۹

شمارہ: ۵۲

سرپرست اعلیٰ: حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ

سرپرست: حضرت سید نفیس الحسینی مدظلہ

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مولانا مفتی محمد جمیل خان

مدیر: مولانا اللہ وسایا

☆ بیادگار ☆

☆ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
☆ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
☆ مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
☆ مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
☆ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
☆ فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
☆ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
☆ امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
☆ حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
☆ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

مجلس ادارت:

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عبدالرحیم اشعر، مفتی نظام الدین شامزی، مولانا نذیر احمد تونسوی، مولانا سعید احمد جلالپوری، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا منظور احمد الحسینی، صاحبزادہ طارق محمود، مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اشرف کھوکھر

☆.........☆.........☆

سرکولیشن منیجر: محمد انور، ناظم مالیات: جمال عبدالناصر
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، کمپیوٹر کمپوزنگ: محمد فیصل عرفان

زرتعاون بیرون ملک

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۹۰ ڈالر
یورپ، افریقہ ۷۰ ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات
بحرین، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۶۰ ڈالر

زرتعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۵ روپے، سالانہ ۲۵۰ روپے
ششماہی ۱۲۵ روپے

چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت نیشنل بینک پرانی نمائش اکاؤنٹ ۱۹۹۹ کراچی (پاکستان) ارسال کریں

اس شمارے میں

مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالستار خان نیازی کی رحلت .... (اداریہ) 4
قادیانی جماعت کی تعداد کا گورکھ دھندا .... (پروفیسر منور احمد ملک، جہلم) 6
حضرت امیر مرکزیہ کے تبلیغی اسفار .... (جمال عبدالناصر شاہد) 11
توضیح و تشریح اسماء الحسنیٰ .... (مولانا محمد اشرف کھوکھر) 13
ولی کامل، رئیس الاتقیا حضرت مولانا محمد خیر الدینؒ .... (جناب فیاض حسن سجاد) 14
مسیحیت سے اسلام تک .... (مولانا محمد شہاب الدین قاسمی) 16
غازی علم الدین شہید .... (عبدالرحمن ذوقی) 21
آہ! ملک محمد افضل صاحب .... (مولانا محمد علی صدیقی) 25

لندن آفس
35 Stockwell Green,
London. SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ، ملتان
فون ۵۱۴۱۲۲-۵۸۳۴۸۶ فیکس ۵۴۲۲۷۷
Hazoori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی فون ۷۷۸۰۳۳۷ فیکس ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M. A. Jinnah Road, Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری   طابع: سید شاہ حسن   مطبع: القادر پرنٹنگ پریس   مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجاہد ختم نبوت مولانا عبدالستار خان نیازی کی رحلت

جمعیت علماء اسلام پاکستان کے ممتاز رہنما، مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا عبدالستار خان نیازی میانوالی ہسپتال میں گزشتہ ہفتہ صبح کی نماز کے بعد انتقال فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا عبدالستار خان نیازی میانوالی کے نیازی خاندان سے تعلق رکھتے تھے، آپ دینی و دنیوی تعلیم کا حسین امتزاج تھے تحریک پاکستان کے لئے آپ نے بھرپور جدوجہد کی، بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی رفاقت کا آپ کو شرف حاصل تھا، پاکستان بننے کے بعد اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے عمر بھر کوشاں رہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ مسلم لیگ کی طرف سے صوبائی اسمبلی کے ممبر تھے، آپ نے تحریک ختم نبوت کی کامیابی کے لئے جماعتی مصلحتوں سے قطع نظر ہوکر اپنی تمام توانیاں صرف کردیں، بدنام زمانہ جنرل اعظم نے تحریک ختم نبوت کو کچلنے کے لئے لاہور میں پاکستان کی تاریخ کا پہلا مارشل لاء لگایا اور فوج کی وردی میں قادیانیوں کو علی الاعلان تحریک کے کارکنوں پر گولیاں چلانے کا حکم دیا، تو اس بربریت پر مولانا عبدالستار خان نیازیؒ شعلہ جوالہ بن گئے، آپ نے تحریک کے رہنماؤں کی عدم تشدد کی پالیسی سے ہٹ کر نعرہ مستانہ لگایا۔ سید وزیر خان میں مورچہ زن ہوگئے، حکومت اور جنرل اعظم کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ مولانا کی للکار سے قادیانی اور قادیانی نوازوں کے اوسان خطا ہوگئے۔ مولانا کو ایک سازش سے گرفتار کیا گیا، بعد میں ایک گھناؤنی سازش سے مولانا کے خلاف پروپیگنڈہ کرکے ان کی اجلی سیرت کو داغدار کرنے کی کوشش کی، ان کی کالج کے زمانہ کی پرانی تصویر جب آپ داڑھی نہیں رکھتے تھے، وہ شائع کرکے تاثر دیا گیا کہ تحریک کے وقت گرفتاری سے بچنے کے لئے مولانا نے داڑھی منڈوالی تھی، قادیانی و قادیانی نوازوں کی اس حرکت پر ملک بھر میں احتجاج ہوا۔ مولانا گرفتار ہوئے کیس چلا تو چار خوش نصیبوں میں سے ایک مولانا عبدالستار خان نیازی تھے، جنہیں پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ حالات نارمل ہوئے، اپیل میں باقی حضرات کی طرح مولانا کی بھی سزا معاف کردی گئی۔ مولانا ہمیشہ اتحاد ملت کے لئے کوشاں رہے۔ ہمیشہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی دعوت پر تشریف لاتے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ، سے آپ کا نیازمندانہ تعلق تھا، ہمیشہ ایک دوسرے کے احترام کا رشتہ قائم رہا۔

۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کی تحریک ہائے ختم نبوت میں آپ نے بریلوی مسلک کی طرف سے بھرپور نمائندگی کی، آپ کے نام سے قادیانی اس طرح بھاگتے تھے جس طرح مباہلہ کے نام مرزا قادیانی بھاگتا تھا۔ مولانا مرحوم کا پچھلے دو عشروں میں حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مدظلہ سے اختلاف ہوا تو مولانا نیازی خانؒ نے جمعیت علماء پاکستان کا علیحدہ دھڑا اپنی سربراہی میں قائم کرلیا۔ مقام شکر ہے کہ پچھلے چند سالوں سے پھر اتحاد و محبت کی فضا قائم ہوگئی۔ مولانا عبدالستار خان نیازیؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، اور آغا شورش کاشمیریؒ کی طبیعت کے مترادف مزاج رکھتے تھے، تینوں حضرات نے قادیانیت کو وہ چرکے لگائے کہ مرزا کی روح بھی چیں چیں کر اٹھی۔ مولانا اسمبلی و سینیٹ کے بھی بارہا ممبر بنے، وزارت نے بھی ان کے دروازہ پر سلامی پیش کی۔ ان تمام مرحلوں میں ان کے مزاج میں کوئی فرق نہ آیا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتے تھے۔ آپ کی ہر بات کو مرحوم حکم کا درجہ دیتے تھے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ جمعیت علماء اسلام پنجاب ایک بار حاضر ہوئے حالات حاضرہ پر گفتگو ہوئی تو مولانا نیازی مرحوم نے کہا کہ: ”آپ حضرت خواجہ صاحب دامت برکاتہم سے استدعا کریں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے دعا کریں، اس وقت ان کی دعاؤں کی شدید ضرورت ہے۔“ غرض مولانا مرحوم ایک تحریک تھے، ان کا وجود کفر کی طاقتوں کے لئے ایک چیلنج تھا، گزشتہ کچھ عرصہ سے بیمار تھے لیکن آخری وقت تک معمولات جاری رکھے۔ وفات سے چند روز پہلے کشمیر کا تبلیغی دورہ کرکے آئے تھے، مرحوم نے بھرپور زندگی گزاری، ان کی زندگی قومی وفلاحی کام کرنے والوں کے لئے مشعل راہ تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی سیئات سے درگزر فرمائے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی پاسبانی کے طفیل ان کے اخروی سفر کو بابرکت فرمائے۔ (آمین)

پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کو صدمہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ خانقاہ رائے پور کی روایات کے امین، پیر طریقت حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم کی اہلیہ محترمہ ۹ مئی بروز بدھ کو لاہور میں انتقال فرما گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اسی روز ہی مرحومہ کی تدفین عمل میں آئی۔ مرحومہ نے عسر و یسر کی حالت میں حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کا ساتھ نبھایا اور آخری وقت تک خوب نبھایا۔ حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کی خانقاہ کے مہمانوں کی دل و جان سے مہمان نوازی کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ نیکیوں سے عبارت تھا۔ اللہ رب العزت ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور بنائیں، آپ کی اولاد کو صبر جمیل نصیب ہو۔ (آمین) ادارہ ختم نبوت اپنے نائب امیر حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کے اس غم میں برابر کا شریک ہے۔ نوٹ: قارئین و جماعتی رفقاً اور مجلس کے مدارس کے اساتذہ کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کا ضرور اہتمام فرمائیں۔

ہفت روزہ ختم نبوت کا سفر!............ جماعتی رفقاً توجہ فرمائیں

الحمدللہ اس شمارہ پہ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کی انیسویں جلد مکمل ہو رہی ہے، اگلا شمارہ بیسویں جلد کا پہلا شمارہ ہوگا۔

قارئین کرام جانتے ہیں کہ کن حالات میں اس پرچہ کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا گیا تھا، کن کن مراحل سے گزرے، کس طرح آبلہ پائے نے کانٹوں کی تواضع کی، رفقاً نے دن رات کی پرواہ کئے بغیر اپنے آرام کو تج کر کے بھی سفر کو جاری رکھا، لیکن الحمدللہ انیس سال کے مسلسل عمل کے بعد آج اس گزرے ہوئے وقت کو دیکھتے ہیں تو ایک خواب معلوم ہوتا ہے، کسی بھی دینی جماعت کا اس تسلسل کے ساتھ اپنے ترجمان کو جاری رکھنا ایک ایسا کارنامہ ہے جو مجلس تحفظ ختم نبوت کے ہر بزرگ و خورد کے لئے باعث اطمینان ہے۔

الحمدللہ! دینی رسائل کی دنیا میں ”ختم نبوت“ کی اشاعت کسی بھی دینی رسالہ سے کم نہیں۔ جہاں پورے پاکستان میں اس کے قارئین کا ایک حلقہ ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بیرون ملک بھی اس پرچہ کے قارئین و محبین کی معتد بہ تعداد ہے جو ادارہ کے لئے خوشی کا باعث ہے۔

جس وقت یہ رسالہ شروع کیا تھا حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب“، مولانا تاج محمود“، حضرت مولانا محمد شریف جالندھری“، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید“، محترم جناب حافظ محمد حنیف ندیم صاحبان رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے قابل احترام حضرات کی توجہ و سرپرستی کا اعزاز اس رسالہ کو حاصل تھا۔ ان حضرات نے پرچہ کی اشاعت اور اسے بہتر سے بہتر بنانے کے لئے جس طرح رہنمائی فرمائی، یہ ان حضرات کا ہم خدام پر احسان ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو اس کا آخرت میں بہتر اجر نصیب فرمائے۔ (آمین)

انیس سال مکمل کر کے اگلے شمارہ سے یہ رسالہ اپنی عمر کے بیسویں سال میں قدم رکھے گا۔ تو نئے ولولہ سے اس کی اشاعت کے لئے کوشش کرنی چاہئے، اس کے معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے جماعتی رفقاً و مبلغین حضرات اور قارئین اپنی گرانقدر آراء سے سرفراز فرمائیں تاکہ ان کی روشنی میں اس پرچہ میں وہ بنیادی تبدیلیاں لائی جائیں جو وقت کا تقاضہ ہیں۔

اللہ رب العزت کے حضور جتنا شکر بجالایا جائے کم ہے کہ ہم کمزور و نحیف و ناتواں لوگوں سے اس ذات نے اتنا بڑے کرم کا معاملہ فرمایا اور ختم نبوت کی صدائے بازگشت کو پوری دنیا میں پہنچانے کا اعزاز اس جریدہ کو نصیب فرمایا۔ یہ وہ اعزاز ہے کہ اس پر جتنا شکر کیا جائے کم ہے۔ آج اللہ تعالیٰ کے کرم کو دیکھو کہ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی پوری دنیا میں ختم نبوت کے ترجمان ہونے کا منفرد اعزاز کا حامل ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ! ہم جہاں اس انعام الٰہی کا شکر ادا کرتے ہیں وہاں اس کا حق ادا کرنے کے لئے بھی پوری کوشش کرنے کا عہد کرتے ہیں۔

قارئین سے بھی استدعا ہے کہ وہ اس جریدہ کے بہتر مستقبل کے لئے جہاں اپنی پوری توانیاں صرف فرمائیں، وہاں اس کی کامیابی کے لئے دعا بھی فرمائیں کہ رب العزت شہدائے ختم نبوت کے مقدس خون کے صدقے رسالہ کی ان حقیر خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

تحریر: پروفیسر منور احمد ملک، جہلم

قادیانی جماعت کی تعداد کا گورکھ دھندہ

خاکسار نے قادیانی جماعت میں ۴۰ سال گزارے ہیں۔ اپنا بچپن اور جوانی کا سنہری دور اس جماعت میں گزارا ہے۔ اپنی تمام توانائیاں اس جماعت کی بہتری کے لئے وقف کیے رکھیں اور ایک جنونی قادیانی کے طور پر ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ پنجاب یونیورسٹی میں ایم ایس سی کے دوران قادیانی طلبا کا قائد (زعیم) رہا۔ چکوال میں سروس کے دوران نگران کے طور پر رہا اور جہلم میں نائب امیر قادیانیہ ضلع جہلم کے عہدے پر بھی رہا، مگر جب جماعت قادیانیہ میں جھوٹ کی فراوانی، اسلامی اقدار کا فقدان، انصاف و عدل سے خالی، ظلم و بربریت کا دور دورا دیکھا تو ۱۵/ جنوری ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۵ رمضان المبارک جمعۃ الوداع کے دن اپنے خاندان کے ۱۲ افراد کے ساتھ قادیانیت سے توبہ کرکے اسلام قبول کرلیا (اب یہ تعداد ۱۹ ہوچکی ہے) اس لئے خاکسار کی بیان کردہ باتیں اور اعداد و شمار ذاتی مشاہدے اور جماعتی عہدوں پر فائز رہنے کی وجہ سے ذاتی علم کی بنیاد پر ہیں، جماعت قادیانیہ کے ذمہ دار افراد جو تعداد اپنی بتاتے ہیں وہ ابھی تک ۴۵ لاکھ کے قریب ہے۔ گویا ۲۵ سال بعد جو تعداد تھی اب بھی وہی ہے۔ البتہ چند ''غیر ذمہ دار'' ۵۰ سے ۶۰ لاکھ کے قریب بتارہے ہیں، اگر ہم اس تعداد کو ۵۰ لاکھ فرض کرلیں تو اس پر ایک جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

۵۰ لاکھ کی تعداد کے حساب سے پاکستان میں ان کی تعداد کے حوالے سے نسبت ۲۶.۱ افراد پر ایک قادیانی ہوگا۔ یہ نسبت پاکستان کے کسی بھی ضلع میں موجود نہیں۔ ۲۶.۱ کی نسبت تقریباً ۴ فیصد بنتی ہے۔

تعلیمی میدان میں:

ایک عام تاثر یہ ہے کہ قادیانی لوگ تعلیمی میدان میں بہت آگے ہیں، یہ درست ہے کہ جماعت بچوں کی تعلیم کے بارے میں بہت زور دیتی ہے، ایک عرصہ تک بورڈ، یونیورسٹی سے پوزیشن لینے والوں کو انعام دیے جاتے ہیں۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ قادیانی بچوں کی کم از کم ۸۰ فیصد تعداد تعلیم حاصل کرتی ہے جبکہ چناب نگر (ربوہ) کی خواندگی کی شرح ۹۵ فیصد بتائی جاتی ہے اس بنیاد پر اگر ہم جائزہ لیں تو چناب نگر (ربوہ) کے تعلیمی اداروں کے علاوہ پاکستان میں کسی بھی تعلیمی ادارے میں ۴ فیصد قادیانی طلبا نہیں ہیں۔

پنجاب یونیورسٹی کے ۱۰ ہزار کی تعداد میں ۴ فیصد کے حساب سے ۴۰۰ قادیانی طلبا ہونے چاہئیں، اگر وہاں پر تعداد ۴۵ تھی جس میں ۱۰ مقامی اور ۳۵ پورے پاکستان میں سے تھے (یہ جائزہ ۱۹۸۲ء کا ہے) چکوال کالج کی ۱۵۰۰ تعداد میں ۶۰ طلبا قادیانی ہونے چاہیے تھے مگر ۱۹۸۶ء میں ایک بھی نہیں تھا جبکہ ۱۹۸۸ء میں زیادہ سے زیادہ تین تھے، گورنمنٹ ڈگری کالج ٹاہلیانوالہ جہلم میں ایک ہزار کی تعداد میں ۴۰ قادیانی طلبا ہونے چاہئیں تھے۔ مگر ۱۹۸۹ء تا ۱۹۹۵ء ۲ سے تعداد نہیں بڑھی۔ گورنمنٹ کالج گوجر خان میں ۱۹۹۵ء تا ۱۹۹۹ء ایک ہزار کی تعداد پر ۴۰ قادیانی طلبا ہونے چاہئے تھے جبکہ زیادہ تعداد ۲ رہی ہے، اب وہ بھی نہیں ہے۔ (یہ سب ذاتی مشاہدے کے مطابق ہے)

پورے پاکستان کے ایم ایس سی فزکس اور پی ایچ ڈی فزکس کے افراد پر مشتمل ایک پی آئی پی (پاکستان انسٹیٹیوٹ آف فزکس) سوسائٹی بنی ہوئی ہے جس کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے، اس میں قادیانیوں کی تعداد کم از کم ۴۰ ہونی چاہیے تھی مگر اس میں کل تعداد ۴ تھی، جس میں آنجہانی ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی بھی شامل ہیں اور خاکسار جماعت چھوڑ چکا ہے، اب یہ تعداد ۲ رہ گئی ہے۔

پنجاب لیکچررز اینڈ پروفیسرز ایسوسی ایشن کے ممبران کی تعداد ۱۴ ہزار سے زائد ہے، اس میں ۶۶۰ قادیانی پروفیسرز ہونے چاہئے تھے جبکہ ان کی تعداد ۲۵ سے بھی کم ہے۔

جماعت قادیانیہ جو کہ تعلیمی میدان میں بہت آگے ہے، اس میدان میں یہ حالت ہے کہ کسی بھی لیول پر اس کی وہ والی نسبت موجود نہیں، اس جائزے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تعلیمی میدان میں بھی ان کی شمولیت ۰.۵ فیصد سے بھی کم ہے، اس بنیاد پر اگر تعداد کا اندازہ لگایا جائے تو چھ لاکھ سے کم بنتی ہے۔

مالی میدان:

جماعت قادیانیہ میں چندوں کی بھرمار ہے، ایک قادیانی پر اس کی ماہوار آمدنی کا ۶ فیصد چندہ عام لاگو ہے، اس کی ادائیگی لازمی ہے، عدم ادائیگی پر وہ چندہ اس آدمی کے کھاتے میں بطور بقایا جمع ہوجاتا ہے۔ اگر ایک قادیانی چندہ دینے سے انکار کرے تو وہ قادیانی رہ نہیں سکتا، حالانکہ چندہ ایک اختیاری مد ہے، جس کی شرح مخصوص نہیں ہوتی، آدمی حسب توفیق ادا کرسکتا ہے، جبکہ

ٹیکس کی شرح مختلف ہوتی ہے اور اس کی ادائیگی لازمی ہوتی ہے، عدم ادائیگی پر وہ جمع ہو جائے گا ختم نہیں ہوگا۔

چندہ عام کے ساتھ چندہ جلسہ سالانہ، چندہ تحریک جدید، چندہ وقف جدید، چندہ صد سالہ جوبلی (یہ اب ختم ہے) چندہ خدام القادیانیہ (چندہ مجلس) یہ نوجوانوں پر لاگو ہے، چندہ تعمیر ہال (یہ ہال ۱۹۷۳ء کے قریب تعمیر ہوا تھا مگر چندے کی وصولی ابھی جاری ہے) چندہ بوسنیا، افریقہ، چندہ ڈش انٹینا (قادیانی ٹی وی) نیٹ ورک کا، چندہ لجنہ اماء اللہ (یہ خواتین پر لاگو ہے) چندہ اطفال (یہ بچوں پر لاگو ہے) چندہ انصار (یہ ۴۰ سال سے زائد عمر کے لوگوں پر لاگو ہے) وغیرہ وغیرہ۔ خلاصہ کلام یہ کہ ایک قادیانی کو اپنی آمد کا کم از کم ۱۰ فیصد ماہوار چندہ دینا پڑتا ہے، چندوں کی وصولی کا رضاکارانہ نظام موجود ہے، جس میں وصولی کرنے والے کا کوئی کمیشن نہیں، جماعت کا یہ مالی نظام شاید ہی کہیں اور ہو، سال میں دو تین بار مختلف چندوں کے مختلف انسپکٹرز مرکز سے آ کر حساب وغیرہ چیک کرتے ہیں اور کل وصول شدہ رقم مرکز (چناب نگر) میں پہنچانا یقینی بناتے ہیں، اس مالی نظام کی بنا پر جماعت قادیانیہ پر یہ ''الزام'' لگایا جاتا ہے کہ یہ بڑی منظم جماعت ہے حالانکہ اس کا کوئی نظام نہیں، قواعد وضوابط، اصول وغیرہ نہیں، صرف چندہ اکٹھا کرنے کا نظام ہے، اگر اس منظم طریقہ سے چندہ وصول نہ ہوتا تو آج مرزا صاحب کے خاندان کے ہر شہزادے کے نام کئی کئی مربعے نہ ہوتے اور نہ ہی عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہوتے، یہ سب اسی مالی نظام کی ''برکات'' ہیں۔ خیر اس پر بات بعد میں کسی موقع پر کی جائے گی، جب قادیانی جذبات میں آ کر ان ''برکات'' سے انکار کریں گے۔

چندہ تحریک جدید میں ہر مرد اور عورت، جوان، بوڑھا اور بچہ شامل کیا جاتا ہے، جماعت اس بات پر پورا زور لگاتی ہے کہ ہر ذی روح تحریک جدید میں شامل ہو، بلکہ کچھ ''بے روح'' بھی اس میں شامل ہیں۔ یعنی فوت شدہ قادیانی کے نام کا چندہ ان کے لواحقین سے لیا جاتا ہے، اب اگر کسی بستی سے تحریک جدید میں شامل ۱۲۰۰ افراد ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہاں کی آبادی زیادہ سے زیادہ ۱۲۰۰ افراد پر مشتمل ہے، حالانکہ اس میں فوت شدہ افراد بھی شامل ہیں۔

اب میں یہ بتانا چاہوں گا کہ پورے پاکستان میں تحریک جدید کے کل ممبران ایک لاکھ سے کم ہیں، ممکن ہیں اب دو چار ہزار زیادہ ہو چکے ہوں اور جماعت فوراً اپنی جماعت میں یہ اعلان کر دے گی کہ ایک لاکھ والی بات بالکل غلط ہے اور جماعت کے افراد یہ سمجھنے لگیں گے کہ شاید ۱۵۔۲۰ لاکھ ممبران ہوں گے، حالانکہ ایک لاکھ سے دو چار ہزار زیادہ تو ہو سکتے ہیں مگر ۲ لاکھ سے کسی بھی طرح زیادہ نہیں ہو سکتے۔

تحریک جدید کے انسپکٹرز حضرات کی زبانی یہ معلوم ہوا تھا کہ ایک لاکھ کی تعداد پوری کرنی ہے اب اگر علماً کی بیان کردہ تعداد کو لیا جائے تو وہ تحریک جدید کے ممبران کی تعداد کے ساتھ ملتی ہے جبکہ قادیانیوں کی بیان کردہ تعداد پچاس لاکھ کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتی، یہ تعداد صرف اپنی جماعت کے افراد کے مورال کو قائم رکھنے کے لئے بتائی جاتی ہے۔

اب ۱۹۹۸ء میں مردم شماری ہو چکی ہے، اس میں قادیانیوں کو ہدایت تھی کہ جو افراد بیرون ملک گئے ہوئے ہیں اور وہاں عرصہ سے مقیم ہیں، وہاں شہریت حاصل کر کے وہاں کی جماعتوں میں شامل ہیں، ان کے نام بھی پاکستان میں شامل کئے جائیں، اس طرح ہزاروں افراد جو بیرون ملک سیٹل ہیں ان کی تعداد بھی یہاں شامل ہے اس کے باوجود ان کی کل تعداد دو سے تین لاکھ کے درمیان ہوگی۔ مردم شماری کے تفصیلی نتائج سامنے آنے کے بعد حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی اس کے لئے چند ماہ کے انتظار کی ضرورت ہے۔ یہ واضح رہے کہ جماعت بغیر کسی وجہ کے ان نتائج کو تسلیم نہیں کرے گی۔

راولپنڈی ڈویژن میں قادیانیوں کی تعداد:

اگر ضلع جہلم کی جماعت کا جائزہ لیں تو اس وقت ضلع جہلم میں گیارہ بارہ جگہ جماعت موجود ہے، سب سے بڑی جماعت محمود آباد جہلم ہے، محمود آباد میں ۱۹۲۰ء کے قریب ۸۰ فیصد آبادی قادیانیوں کی ۱۹۲۴ء میں ایک قادیانی کے غیر قادیانی بھتیجے کا جنازہ قادیانیوں نے پڑھنے سے انکار کر دیا، جس پر ایک بہت بڑا خاندان جماعت چھوڑ گیا پھر آہستہ آہستہ کوئی نہ کوئی خاندان جماعت چھوڑتا چلا گیا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ ۱۹۷۴ء سے قبل یہ تعداد ۵۰ فیصد رہ چکی تھی۔ ۱۹۷۴ء کے بعد ۳۵ فیصد کے قریب رہ گئی، اب تیس فیصد سے بھی کم آباد قادیانیوں کی ہے۔ گزشتہ پچاس برسوں میں کوئی ایک بھی نیا خاندان قادیانی نہیں ہوا بلکہ تسلسل سے جماعت چھوڑی جا رہی ہے، باوجود اس کے کہ قادیانی غیر قادیانی ''مسلمانوں'' میں رشتہ نہیں دیتے پھر بھی گزشتہ ۲۵ سالوں میں ۳۰ کے قریب قادیانی خواتین کے رشتے مسلمانوں سے ہوئے بعد میں وہ خود اور ان سے ہونے والی اولاد قادیانی نہیں ہیں، جو چند ایک مسلمان عورتوں سے قادیانی مردوں نے شادیاں کیں وہ خاندان آہستہ آہستہ جماعت چھوڑ گیا، جماعت میں اب ایسا سیٹ اپ بن چکا ہے جو ظالم ترین آمریت کا نظام ہے انشاء اللہ اب یہ خود ہی ختم ہو جائے گا علماً کو اپنی توانائی اس طرف ضائع نہیں کرنی چاہئے۔ جہلم شہر میں ایک بہت بڑی جماعت ہوا کرتی تھی جس میں سب سے بڑا خاندان سیٹھی برادری کا تھا جو آہستہ آہستہ جماعت چھوڑتا چلا گیا۔ ۱۹۷۴ء میں خاصی تعداد جماعت سے علیحدہ ہو گئی، اب زیادہ سے زیادہ ۳۵ گھروں پر مشتمل ایک جماعت ہے جس کی تعداد آہستہ آہستہ کم ہو رہی ہے، تیسرے نمبر پر پاکستان چپ بورڈ فیکٹری ہے جو مرزا طاہر احمد صاحب کے بھائی مرزا منیر احمد کی ہے، یہ مرزا صاحب کے خاندان کے

شہزادوں کا بڑا مسکن ہے مرزا منیر احمد کا بیٹا نصیر احمد طارق ضلع جہلم کا امیر جماعت ہے انشاء اللہ اس کی آمرانہ پالیسیوں کی وجہ سے جماعت علماء کرام کی کوششوں کے بغیر ہی انجام کو پہنچ جائے گی، اس فیکٹری میں پندرہ سولہ قادیانی نوجوان ملازم ہیں باقی سب مسلمان ہیں۔ ضلع جہلم کی جماعت کو کنٹرول کرنے والا محرک گروہ یہاں موجود ہے، اس کے علاوہ کالا گوجراں میں ایک بڑی جماعت ہوا کرتی تھی، اب وہ بھی چند افراد پر مشتمل ہے۔ کل آٹھ دس گھر قادیانیوں کے ہوں گے، چک جمال میں بھی ایک جماعت ہوا کرتی تھی، اب وہاں جماعت ختم ہو چکی ہے۔ البتہ دو تین قادیانی ملازم کالا ڈپو میں موجود ہیں، منگلا میں چند ملازم پیشہ جو دوسرے شہروں سے آئے ہوئے ہیں پر مشتمل ایک جماعت ہے۔ کل آٹھ نو گھر ہوں گے۔ دینہ میں مقامی ایک خاندان کے علاوہ چند ملازم پیشہ افراد پر مشتمل ایک چھوٹی سی جماعت ہے جو چار پانچ گھروں پر مشتمل ہوگی، روہتاس میں ایک گھرانے پر مشتمل جماعت ہے، کوٹلہ فقیر میں ایک بہت بڑی جماعت تھی جو کہ اب ختم ہو چکی ہے، جادہ میں ایک جماعت تھی جو اب ختم ہو چکی ہے اور قادیانیوں کی عبادتگاہ اب مسلمانوں کے پاس ہی، مستیال میں دو گھروں پر مشتمل ایک جماعت ہے جو مستقبل قریب میں ختم ہو جائے گی، کوٹ بصیرہ میں قادیانی ختم ہو چکے ہیں، تحصیل پنڈ دادن خان میں ڈڈوت میں چار پانچ گھروں پر مشتمل ایک جماعت ہے، یہ سارے افراد سیمنٹ فیکٹری میں ملازم ہیں، شاید اب وہ بھی نہ ہوں کیونکہ سیمنٹ فیکٹری کے بند ہونے کی خبر سنی گئی ہے، کھیوڑہ میں دو تین گھر ہیں وہ بھی ملازم پیشہ جو دوسرے شہروں سے آئے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پورے ضلع میں قادیانیوں کی کل تعداد ایک ہزار سے بھی کم ہے، تحصیل سوہاوہ میں بالکل کہیں بھی ایک جماعت بھی نہیں، ایک ہزار تعداد کا سن کر قادیانی خوش ہوں گے کہ چلو زیادہ ہی بتایا ہے، کچھ پردہ رہ گیا ہے۔

۱۹۰۳ء میں مرزا غلام احمد قادیانی جہلم کچہری میں مربی کرم دین صاحب آف بھین چکوال کے ساتھ ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم آئے۔ جہاں وہ تین دن ٹھہرے ان کے قیام و طعام کا سارا انتظام جہلم کی جماعت نے کیا، اس وقت جہلم میں کافی جماعت تھی محمود آباد بھی تقریباً سارا قادیانی تھا، زیادہ تر اخراجات راجہ پنڈیدے خاں آف دارا پور جہلم نے ادا کئے۔ تین دنوں میں جہلم میں ۱۳۰۰ افراد نئے قادیانی ہوئے ذرا غور فرمایا جائے کہ ۱۹۰۳ء سے قبل خاصی جماعت تھی اور پھر ۱۳۰۰ نئے قادیانی بھی ہوئے، اب جبکہ اس بات کو ۹۶ سال ہو چکے ہیں، اگر صرف وہی خاندان قادیانیت پر قائم رہتے تو چوتھی نسل کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہوتی، اب جبکہ پورے ضلع کی قادیانی آبادی ایک ہزار سے کم ہے تو جماعت کی ترقی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، گویا ۹۹ فیصد قادیانی جماعت چھوڑ گئے ہیں۔

ضلع چکوال میں شہر کے اندر پانچ چھ گھرانے قادیانیوں کے ہیں جبکہ ایک درجن سے زائد گھر اب قادیانیت چھوڑ چکے ہیں، موضع بھون میں آٹھ دس گھر ہیں، کلر کہار میں پانچ چھ گھر ڈھرکنہ میں دو گھر اور بوچھال کلاں میں ایک گھر قادیانیوں کا ہے، چنید میں آٹھ دس گھر قادیانیوں کے ہیں، رتوچھا میں بھی چھ سات گھر قادیانیوں کے موجود ہیں، سب سے بڑی جماعت دوالمیال کی ہے جہاں پہلے نصف سے زائد گاؤں قادیانی تھا، اب پچیس، تیس گھر قادیانیوں کے رہ گئے ہیں، یہ وہی گاؤں ہے جہاں ایک قادیانی خاتون کے تین بیٹے جرنل تھے، اب یہ جماعت بھی آخری سانسوں میں ہے، پورے ضلع چکوال میں قادیانیوں کی کل تعداد ۲۰۰ کے قریب ہوگی جبکہ ضلع چکوال کی کل آبادی بارہ تیرہ لاکھ ہوگی قادیانیوں کی کیا نسبت بنتی ہے؟ اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جن جماعتوں کا ذکر کر رہا ہوں ہر جماعت سے بہت سے لوگ جماعت چھوڑ چکے ہیں۔

ضلع راولپنڈی:

اس ضلع میں کل کتنی تعداد ہوگی، اس کا اندازہ تو مشکل ہے البتہ اس اندازے کا جائزہ لیا جا سکتا ہے کہ راولپنڈی شہر میں نماز جمعہ ادا کرنے والی دو جگہیں ہیں، ایک مری روڈ پر تین منزلہ تیلی محلہ اسٹاپ کے قریب ہے دوسری عیدگاہ کے نام سے سیٹلائٹ ٹاؤن ایک بلاک کے پاس تھی مگر جب انہوں نے وہاں عیدگاہ کے نام سے تعمیر شروع کی تو مسلمانوں نے احتجاج کر کے اسے بند کروا دیا، اب انہوں نے اسے فروخت کر دیا ہے اور ۷۹-اے میں پیر انوار الدین احمد (مرحوم) کے مکان کو خرید کر اس مکان کے پچھلے حصے میں ڈبل اسٹوری عبادتگاہ بنائی ہے، ان دونوں جگہوں پر زیادہ سے زیادہ ہزار افراد نماز پڑھ سکتے ہیں۔ قادیانیوں میں نماز جمعہ کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے تمام جمعہ کے لئے جاتے ہیں، تقریباً ۹۰ فیصد آبادی جمعہ پر پہنچ جاتی ہے، اب اگر دونوں عبادتگاہوں میں دو ہزار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، دو ہزار کی تعداد صرف احتیاطاً لکھ رہا ہوں ورنہ عیدگاہ میں تو ۱۵۰ یا ۲۰۰ افراد آتے ہیں، مری روڈ پر ۵۰۰ یا ۲۰۰ کے قریب آتے تھے، (یہ اپنے مشاہدے کی بات کر رہا ہوں کیونکہ راقم الحروف ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۹ء تک اکثر یہاں جمعہ پڑھتا رہا ہے)

تحصیل گوجر خان:

گوجر خان شہر میں دس گیارہ گھروں پر مشتمل ایک جماعت ہے، گوجر خان سے آٹھ دس کلومیٹر دور ایک بہت پرانی جماعت چنگا بنگیال ہے جو اب آخری سانسوں میں ہے چند گھر باقی رہ گئے ہیں، تحصیل گوجر خان میں کل تعداد ۲۵۰ کے قریب ہوگی پورے ضلع راولپنڈی کی تعداد ۳ یا ۴ ہزار تک ہو سکتی ہے۔

اسلام آباد میں ایک عبادتگاہ ہے جو سنگل اسٹوری ہے اس میں زیادہ سے زیادہ ۷۰۰ افراد جمعہ کو آتے ہیں، اس طرح اسلام آباد میں

قادیانیوں کی تعداد ایک ہزار سے تجاوز نہیں کرتی، جبکہ دو چھوٹی چھوٹی جماعتیں دیہاتوں میں ہیں، اس طرح راولپنڈی/اسلام آباد کے اضلاع میں کل تعداد پانچ سے چھ ہزار تک ہو سکتی ہے، یقیناً قادیانی اسے پڑھ کر خوش ہوں گے کہ چلو ہماری اصل تعداد سے زیادہ ہی ظاہر کیا ہے کچھ پردہ رہ گیا ہے۔

پورا صوبہ سرحد قادیانیوں سے خالی ہے،

صرف چناب نگر (ربوہ) ایسا شہر ہے جہاں کی اکثریت قادیانی ہے۔ وہ تعداد ۳۰ یا ۳۵ ہزار بتائی جاتی ہے حالانکہ اگر نماز جمعہ کے حوالہ سے اسے دیکھا جائے تو جب مرزا طاہر احمد ربوہ میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے تو پورے چناب نگر (ربوہ) کے مرد و زن، بچے بوڑھے ایک ہی عبادتگاہ ''بیت الاقصیٰ'' میں جمعہ پڑھا کرتے تھے، جب کبھی کوئی خاص موقع آتا تو ساری عبادتگاہ پُر ہو جاتی۔ واضح رہے کہ بہت لوگ قریبی جماعتوں کے بھی عقیدت کے لئے اسی عبادتگاہ کو آجاتے تھے، اگر آٹھ ہزار افراد تصور کر لئے جائیں تو کل آبادی میں ہزار سے نہیں بڑھتی۔

ضلع بہاولپور، رحیم یار خان، بہاولنگر یعنی پوری ریاست بہاولپور میں کل تعداد ۱۵۰۰ کے قریب ہے، یہ اعداد و شمار راقم کے ذاتی مشاہدے کی بنیاد پر ہیں۔ مذکورہ بالا سات ضلعوں چناب نگر (ربوہ) کو چھوڑ کر کل تعداد آٹھ ہزار بنتی ہے۔ ۴۵ لاکھ کہاں آباد ہیں؟

ایک کروڑ بیعتیں:

۱۹۹۳ء سے جماعت نے ایک نیا سلسلہ شروع کیا ہے جسے عالمگیر بیعت کا نام دیا گیا ہے۔ فروری ۱۹۹۳ء میں پوری جماعت کو یہ ٹارگٹ دیا گیا کہ جولائی ۱۹۹۳ء تک دو لاکھ نئی بیعتیں کروائی جائیں، جس کا اعلان جلسہ سالانہ لندن میں جولائی کے مہینہ میں کیا جائے گا، اور اس دن عالمگیر بیعت دو لاکھ کے ٹارگٹ کو پوری دنیا میں تقسیم کر دیا گیا، اس میں سے جہلم کے حصہ میں پانچ سو کی تعداد آئی یہ کیونکہ نئی تحریک تھی پوری جماعت حرکت میں آ گئی پچاس کے مقابل پر ۲۷ افراد کی بیعت کروائی، یہ تقریباً سبھی وہ افراد تھے جو یا تو پہلے قادیانی تھے یا پھر ان کے والد یا والدہ قادیانی تھے مگر وہ جماعت میں شامل نہیں تھے، لہذا ان کے بیعت فارم پُر کر کے ۲۷ کی تعداد کر لی گئی ۱۹۹۳ء میں جلسہ میں مرزا طاہر احمد نے بڑے فخر سے اعلان کیا کہ ٹارگٹ پورا ہو گیا ہے، اس طرح دو لاکھ بیعتیں ہو گئی ہیں، جماعت میں تو خوشی کی لہر دوڑ گئی، اب مرزا طاہر احمد نے اعلان کیا کہ اگلے سال ٹارگٹ ڈبل ہے یعنی چار لاکھ اس میں سے جہلم کے حصہ میں ۱۶۰ کا ٹارگٹ آیا مگر پورے سال کی محنت کے بعد پانچ سات افراد کے بیعت فارم پُر ہو سکے گویا ٹارگٹ بالکل پورا نہ ہوا بلکہ دس فیصد بھی نہ ہوا مگر ۱۹۹۴ء کے جلسہ سالانہ میں مرزا طاہر احمد نے اعلان کیا کہ چار لاکھ کا ٹارگٹ پورا ہو چکا ہے، اب اگلے سال ۱۹۹۵ء کے لئے ۸ لاکھ کا ٹارگٹ مقرر ہوا، جہلم کو تقریباً ۳۵۰ کا ٹارگٹ ملا مگر تین چار فارم پُر ہو سکے۔ یہی حال راولپنڈی اور چکوال کا تھا مگر ۱۹۹۵ء میں جلسہ پر مرزا طاہر احمد نے ٹارگٹ پورا ہونے کی نوید سنادی۔ اب ۱۹۹۶ء کے لئے ۱۶ لاکھ کا ٹارگٹ پورا ہونے کا اعلان کر دیا گیا۔ ۱۹۹۷ء کے لئے ۳۲ لاکھ کا ٹارگٹ مقرر ہوا جہلم کے لئے ۱۵۰۰ کا ٹارگٹ جبکہ فارم تین چار پُر ہوئے مگر ۱۹۹۷ء کے جلسہ پر ٹارگٹ کے پورا ہونے کی خوشخبری سنادی گئی۔ ۱۹۹۸ء کے لئے ۶۴ لاکھ کا ٹارگٹ جہلم کے لئے ۳۰۰۰ کا ٹارگٹ اس دفعہ تھوڑا لٹا کر کے پچاس لاکھ نئی بیعتوں کا اعلان کیا گیا۔ ۱۹۹۹ء کے لئے ۶۴ لاکھ کا ڈبل ٹارگٹ مقرر ہوا اس دفعہ ۱۹۹۹ء میں ایک بار پھر مرزا طاہر احمد نے ایک کروڑ آٹھ لاکھ بیعتوں کا اعلان کر دیا گیا۔

اب ''عالمگیر بیعت'' کا کیس ایسی اسٹیج پر آ گیا ہے کہ اس کا پول کھلنے والا ہے۔ اب زیادہ دیر انتظار کرنا نہیں پڑے گا۔ راقم ۱۹۹۷ء میں بہاولپور گیا خدام القادیانیہ (نوجوانوں کی تنظیم) کے قائد سے ملاقات ہوئی، پوچھا آپ کی بیعتیں کیسی جارہی ہیں؟ اس نے بتایا صرف پچھلے سال ۱۲۰۰ بیعتیں ہوئی ہیں واضح رہے کہ ان کی مرکزی عبادتگاہ میں دو سو سے زائد افراد کی گنجائش نہیں۔ اس سے پوچھا کہ بارہ سو میں سے کتنے سو افراد جمعہ کی نماز کے لئے آتے ہیں؟ کہنے لگا ۱۲-۱۳ افراد۔ راقم نے کہا تو کیا باقی سارا پکڑا ہے؟ گند ہے؟ جو جمعہ کے لئے نہ آئے اسے کیا کرتا ہے؟ اس پر وہ خاصا پریشان ہوا اور کہنے لگا یہ بات تو درست ہے کہ ۱۲۰۰ میں سے کوئی بھی نہیں آتا مگر پھر ۱۲۰۰ بیعتیں کیسے ہوئیں؟ پھر پوچھا اب ۱۹۹۷ء کے لئے کیا ٹارگٹ ملا ہوا ہے؟ لازماً ڈبل ہو گا یعنی ۲۴۰۰۔ اب تک کتنی بیعتیں ہوئی ہیں؟ کہنے لگا ابھی تک تو کوئی نہیں، یہ اپریل ۱۹۹۷ء کی بات ہے، یعنی متوقع اعلان سے تین ماہ قبل۔

اب ساری جماعت خصوصاً پاکستان میں آرام کر رہی ہے، ٹارگٹ مل جاتا ہے، کام کچھ بھی نہیں ہوتا، لندن میں اعلان ہو جاتا ہے کہ ٹارگٹ پورا ہو گیا ہے، اور پھر اگلے سال کا ٹارگٹ ڈبل ہے، اب اس کھیل کے اختتام کا وقت آ گیا ہے۔ ۱۹۹۳ء سے ۱۹۹۹ء تک اعلان کردہ تعداد کے مطابق دو کروڑ دس لاکھ نئے افراد قادیانی ہو چکے ہیں، اب جماعت کی آنکھیں کھلنے کا وقت آ گیا ہے کہ وہ دیکھیں دھڑا دھڑ بیعتیں ہو رہی ہیں، اب تک ہونے والی بیعتوں کی تعداد ہر ضلع کی اصل تعداد سے کئی گنا زیادہ ہے، تو کہاں ہیں وہ نئے قادیانی؟

اگر ابھی آنکھیں نہیں کھلتیں تو آگے پڑھئے:

قادیانی جماعت کے اس فارمولے کے مطابق ۲۰۰۰ء میں دو کروڑ قادیانی ہوں گے جبکہ ۲۰۰۱ء کے لئے ٹارگٹ چار کروڑ ہوگا، حالانکہ پچھلے فارمولے کے مطابق پانچ کروڑ کا ٹارگٹ بنتا ہے، اگر اس میں احتیاطی پہلو کو سامنے رکھ کر اعلان کیا جاتا رہا تو ۲۰۱۰ء میں صرف ایک سال میں ۲۳ ارب لوگ نئے قادیانی ہوں گے، جبکہ دنیا کی کل

آبادی چھ ارب ہے، اس فارمولے کے مطابق ۲۰۱۰ء تک کل قادیانی ہونے والے افراد کی تعداد ۴۶ ارب ہوگی۔ امریکہ، یورپ اور باقی دنیا کے تمام دانشور اور تمام ادارے بے بس ہو جائیں گے۔ کیونکہ چھ ارب تو وہ آبادی ہے جن میں کروڑوں عیسائی ہیں، کروڑوں مسلمان ہیں، کچھ ہندو، کچھ سکھ اور کچھ دیگر مذاہب کے لوگ ہیں اور اب ۴۶ ارب نئے قادیانی بھی آگئے ہیں، گویا اب تو دنیا کی آبادی باون ارب ہوگئی ہے۔ آبادی کو کنٹرول کرنے والے، حساب رکھنے والے، ڈیٹا تیار کرنے والے تمام لوگ حیران رہ جائیں گے کہ صرف بارہ سالوں میں دنیا کی آبادی آٹھ گنا ہوگئی ہے جبکہ ان لوگوں کو دوربین سے بھی وہ چھیالیس ارب قادیانی نظر نہیں آئیں گے۔

اگر مرزا طاہر احمد نے کوئی لحاظ نہ کیا تو آئندہ دس سالوں میں کل ۴۸ ارب نئے قادیانیوں کا اضافہ کرلیں گے، جبکہ اصلی چھ ارب اپنے مذاہب پر قائم رہیں گے، یا پھر مرزا طاہر احمد کے فارمولے کے مطابق ۲۰۰۷ء تک ساری دنیا قادیانی ہو جائے گی۔ اس طرح آئندہ آٹھ سالوں میں "پول" مکمل طور پر کھل جائے گا، اگر جماعت آئندہ اعداد وشمار کی الجھن سے بچنے کے لئے دو کروڑ پر اکتفا کرتی ہے اور ہر سال دو کروڑ کا ہی اعلان کرتی ہے تو یہ جماعت کی اساس اور نظریہ کے خلاف ہوگا، کیونکہ جماعت کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ یہ خدائی جماعت ہے، جو بھی تحریک شروع کی جائے وہ ضرور کامیاب ہوتی ہے، دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے "خدائی تحریک" ضرور کامیاب ہوتی ہے۔ اب اگر دو کروڑ پر جماعت رک جاتی ہے تو جماعت پر حرف آتا ہے کہ اس نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے اور تمام سرگرمیاں ماند پڑ گئی ہیں، اگر جماعت میں یا مرزا طاہر احمد صاحب کو مشورہ دینے والوں میں کوئی سائنس یا شماریات کا ماہر ہو تو وہ انہیں بتا سکتا ہے کہ پہلے فارمولے (ڈبل والے) سے گراف تیزی سے اوپر کو اٹھتا ہے اور چند مرحلوں بعد بلندیوں کو چھونے لگتا ہے اور اب (دو کروڑ پر اکتفا کرنے سے) یہ ایک الٹی لائن پر آگیا ہے جو جمود کو ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً اگر دو کروڑ سے ڈبل والے فارمولے کے ساتھ چلا جائے تو دس سال بعد ایک سال میں ۱۰۲۴ کروڑ قادیانی ہوں گے اور کل دس سالوں میں ۲۰۴۶ کروڑ قادیانی ہوں گے اور اگر دو کروڑ پر رک کر ہر سال اتنے کا ہی اعلان کیا جاتا رہے تو دس سالوں میں کل بیس کروڑ قادیانی ہوں گے، جو کہ اوپر والی تعداد کا ۰۔۹ فیصد بنتا ہے گویا جماعت کی کارکردگی ۹۹ فیصد کم ہوگئی۔ ایسی صورت میں جماعت قادیانیہ کے خدائی جماعت ہونے کا دعویٰ غلط ثابت ہو جائے گا۔

اب صورتحال یہ ہے کہ ہر ضلع یا جماعت کی کل تعداد سے پندرہ گنا زیادہ کا ٹارگٹ پچھلے چھ سالوں میں مل چکا ہے اور بقول مرزا طاہر صاحب کے یہ ٹارگٹ پورا بھی ہو چکا ہے، اب احباب جماعت کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اگر چھ سال پہلے ان کی عبادتگاہ میں عید کے دن سو افراد آتے تھے تو کیا اب پندرہ سو یا سولہ سو افراد آتے ہیں؟ اس پر غور کرنے کے بعد یقیناً ان کو مایوسی ہوگی، وہ دیکھیں گے کہ پندرہ سو تو کیا پندرہ افراد بھی نہیں، جن کا نیا اضافہ ہو، اب وہ یہ خیال کریں گے کہ جماعت تو جھوٹ نہیں بول سکتی، اصل میں ہمارے علاقے کی جماعتیں سست ہیں ادھر تو قادیانی نہیں بڑھے، دوسرے شہروں میں ضرور ہوئے ہوں گے، اب جناب آپ کے کئی رشتہ دار، دوست دوسرے شہروں میں ہوں گے، ان سے یہی سوال پوچھئے تو پتہ چلے گا کہ وہ بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ دوسرے شہروں میں لوگ قادیانی ہو رہے ہیں، پورے پاکستان کا جائزہ لینے کے بعد بھی آپ جماعت کو جھوٹا نہیں سمجھیں گے کیونکہ آپ کے خون میں یہ شامل کر دیا گیا ہے کہ قادیانی جھوٹ نہیں بولتے، حالانکہ بات بالکل الٹ ہے۔

اب اگر آپ کے دوست، رشتہ دار لندن (انگلینڈ) میں ہوں تو ان سے یہ پوچھیں کہ آپ کے علاقے میں کتنے انگریز (گورے) پچھلے چھ سال میں قادیانی ہوئے؟ تو یقیناً آپ کو سخت مایوسی ہوگی۔ ان کا جواب ہوگا کہ دوسرے علاقوں میں ہو رہے ہیں، آپ خود غور کریں کہ جہاں مرزا طاہر احمد صاحب پندرہ سال سے مقیم ہیں، جہاں جماعت کا ہیڈ کوارٹر بنا ہوا ہے، وہاں پر بھی اگر ٹارگٹ پورا نہیں ہوا اور جس ملک میں پہلے ہیڈ کوارٹر تھا یعنی پاکستان، اس میں بھی ٹارگٹ پورا نہیں ہوا تو پھر دو کروڑ نئی ہونے والی بیعتیں کہاں ہوئی ہیں؟ کسی ایک افریقی ملک میں تو ہو نہیں سکتیں کیونکہ ان ملکوں کی تو اپنی آبادی ہی کم ہے اور اگر اس تعداد کو ۵/۶ ملکوں میں تقسیم کر دیا جائے تو یہ ایک حیران کن خبر بنتی ہے۔ جس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا کہ ان ملکوں کی ایک چوتھائی آبادی قادیانی ہوگئی ہے۔

جب پاکستان کی جماعتوں کو ہر سال ٹارگٹ مل رہا ہے اور وہ پورا بھی نہیں ہو رہا تو ٹارگٹ کے مکمل ہونے میں اچھی خاصی کمی ہوئی تھی۔ مگر اعلان تو ہوتا ہے کہ ٹارگٹ پورا ہو گیا ہے۔ یہ جماعت کا ایسا جھوٹ ہے جس کا پول کھلنے والا ہے، یہ ٹھیک ہے کہ اس جھوٹ سے قادیانی حضرات کو ایک بڑا سہارا ملتا ہے، مورال بڑھتا ہے اور قادیانیت کو چھوڑنے کے لئے پر تولنے والے حضرات کچھ دیر کے لئے پروگرام ملتوی کر دیتے ہیں، مگر جب جماعت کا تعلیم یافتہ اور باشعور طبقہ یہ دیکھے گا کہ ایک ایسی جماعت جس کا دعویٰ ہے کہ اسلامی تعلیم کا حسین نمونہ اس جماعت میں ہے، اس کا حال یہ ہے کہ وہ بڑا "سنجیدہ جھوٹ" بول رہی ہے تو یقیناً پھر جوق در جوق قادیانی لوگ اسلام میں داخل ہوں گے۔

(انشاء اللہ)

(قطعہ)

مرزا قادیانی

ہر لحظہ ہو لعنت غضب اس پہ سدا ہو
تا حشر اس لعین پہ یوں ہی قہر خدا ہو
کہتا ہے یہی اب زبان حال سے مرزا
"دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو"

(عبدالحلیم اختر اچھڑیاں، مانسہرہ)

رپورٹ: جمال عبدالناصر شاہد

حضرت امیر مرکزیہ کے تبلیغی اسفار

حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد ۹/مارچ ۲۰۰۱ء کو حجاز مقدس سے وطن واپس تشریف لائے۔ ۲۷/مارچ تک خانقاہ سراجیہ میں مقیم رہے اور مریدین نے اس عرصہ میں حضرت سے استفادہ کیا۔ ۲۸/مارچ کو کلورکوٹ ضلع بھکر میں حضرت دامت برکاتہم نے قاری عبداللطیف کے مدرسہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ ۲۹/مارچ حضرت خانقاہ سراجیہ واپس تشریف لائے۔ ۳۰/مارچ کو چک ۱۵ نزد حافظ والا چپلاں میں حضرت دامت برکاتہم نے قاری عزیز الرحمن کے مدرسہ کے پروگرام کی صدارت کی۔ ۳۱/مارچ کو حضرت دامت برکاتہم لاہور تشریف لے گئے جہاں یکم اپریل کو نماز ظہر سے قبل دارالعلوم مدنیہ رسول پارک میں ایک پروگرام کی صدارت کی۔

یکم اپریل ہی کو بعد نماز عصر آپ نے اقرأ روضۃ الاطفال کے پروگرام میں شرکت کی جورات گئے تک جاری رہا۔ ۲/اپریل کی صبح آپ کی واپسی خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف ہوئی۔ ۲ تا ۸/اپریل تک آپ نے خانقاہ سراجیہ میں قیام کیا، اس کے بعد ۸/اپریل کو آپ دارالعلوم دیوبند کانفرنس پشاور میں شرکت کے لئے براستہ کوہاٹ، پشاور روانہ ہوئے قبل نماز ظہر رفقأ ختم نبوت کوہاٹ کے ایک مختصر سے پروگرام کی آپ نے صدارت کی اور دفتر ختم نبوت کوہاٹ کا سنگ بنیاد رکھا بعد نماز ظہر آپ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس میں شرکت کے لئے پشاور تشریف لے گئے۔ ۹/اپریل کو آپ نے ڈیڑھ سو سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس کی دوسری نشست میں شرکت کی اور تیسری نشست کی صدارت فرمائی۔ ۱۰/اپریل کو بھی حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم کانفرنس میں شریک رہے۔

۱۱/اپریل کو حضرت الامیر مرکزیہ دامت برکاتہم کے برادر خورد ملک محمد افضل صاحب کے انتقال کی خبر اس وقت موصول ہوئی جب حضرت دامت برکاتہم دارالعلوم دیوبند کانفرنس کے آخری اجلاس میں رونق افروز تھے۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت دامت برکاتہم خانقاہ سراجیہ واپس تشریف لائے اور قریباً شام ساڑھے پانچ بجے حضرت نے جناب ملک محمد افضلؒ کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں اپنے دست مبارک سے خانقاہ کے احاطہ میں سپرد خاک کیا۔ ۱۲ تا ۱۵/اپریل حضرت دامت برکاتہم کا قیام خانقاہ سراجیہ میں رہا جہاں سالکین نے استفادہ کیا۔ ۱۵/اپریل کو آپ نے تلہ گنگ میں مدرسہ ظہور اسلام کے طلبأ کرام کے ختم قرآن کی تقریب کی صدارت کی اور آپ کی دعا پر تقریب کا اختتام ہوا۔ ۱۹ تا ۲۰/اپریل حضرت نے خانقاہ سراجیہ میں قیام کیا۔ ۲۰/اپریل کی صبح آپ کی روانگی ٹوبہ ٹیک سنگھ ہوئی، نماز ظہر آپ نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ادا کی، بعد نماز مغرب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رفقأ سے ملاقات کی اور ان کے لئے دعا فرمائی حضرت کا قیام حاجی فیض احمد صاحب کے مکان پر ہوا۔ ۲۱/اپریل کو حضرت امیر مرکزیہ حاجی ایوب صاحب کے مکان پر تشریف لے گئے۔ ۲۲/اپریل کو حضرت دامت برکاتہم حافظ عبدالرشید کے ہاں تشریف لے گئے۔ ۲۳/اپریل کو آپ چک ۳۲ میں آپ نے ایک پروگرام کی صدارت فرمائی اور دعا فرمائی۔ چیچہ وطنی میں مجلس احرار اسلام کے دفتر میں تشریف لے گئے اور وہاں دعا فرمائی۔ چیچہ وطنی سے آپ ساہیوال تشریف لے گئے اور جامعہ رشیدیہ میں قیام فرمایا۔ ۲۳/اپریل ہی کو کوٹلی ساہیوال میں پروفیسر نسیم چیمہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ ۲۴/اپریل کو دوپہر کو آپ ساہیوال سے روانہ ہوئے اور نماز ظہر آپ نے میاں چنوں میں مولانا عبدالحق کے ہاں ادا فرمائی اور وہاں دعا فرمائی نماز عصر سے قبل باگڑ سرگانہ میاں خان محمد صاحب کے ہاں تشریف لے گئے۔ ۲۵/اپریل کو بھی حضرت الامیر مرکزیہ دامت برکاتہم باگڑ سرگانہ میں تشریف فرما رہے۔ ۲۶/اپریل کو صبح کی نماز کے بعد آپ ملتان کے لئے روانہ ہوئے اور دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں مرکزی مجلس شوریٰ کے دونوں اجلاسوں کی آپ نے صدارت فرمائی۔ حضرت خواجہ صاحب دامت برکاتہم نے شیخ حاجی صابر کے ہاں عشائیہ میں شرکت کی اور بعد ازاں مرکزی دفتر ختم نبوت واپس تشریف لے گئے، وہاں آپ نے بعد نماز عشاء سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ ۲۷/اپریل کو صبح آٹھ بجے آپ ملتان سے روانہ ہوئے اور نماز جمعہ رحیم یار خان میں ادا کی اور حاجی محمد اسلم کے ہاں قیام کیا۔ وہاں سے آپ ۲۸/اپریل کی صبح صادق آباد میں مہر لئیق احمد کے گھر تعزیت کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں سے آپ سکھر ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے اور رات کو آپ نے ختم نبوت کانفرنس سکھر کی صدارت فرمائی۔ ۲۹/اپریل کی صبح ناشتہ کے بعد آپ نے علمأ کونشن ختم نبوت گھوٹکی کی صدارت فرمائی اور پھر وہاں سے واپس سکھر تشریف لے گئے اور وہاں بذریعہ ہوائی جہاز ۲۹/اپریل کو کراچی پہنچے۔ کراچی ایئرپورٹ پر علمأ کرام اور ختم نبوت کے پروانوں کی ایک کثیر تعداد نے حضرت دامت برکاتہم کا استقبال کیا۔ حضرت ایئرپورٹ سے سیدھے شفیق اجمل صاحب کے ہاں ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد آپ کے اعزاز میں عشائیہ دیا گیا جس کے بعد آپ نے دعا فرمائی۔

کراچی کا یہ دورہ ایک ہفتے کے لگ بھگ جاری رہا، جس کے دوران دفتر ختم نبوت میں حضرت کی قیام گاہ اصلاح و ارشاد کا مرکز بنی رہی۔ ۳۰/اپریل کو حضرت دامت برکاتہم صبح نماز فجر اور مراقبہ کے بعد ۱۰ بجے نرسری اور پھر ساڑھے گیارہ بجے الحمراء میں اقراء روضۃ الاطفال کے ختم قرآن کے پروگرام کی صدارت فرمائی۔ نماز ظہر مولانا عبدالقیوم نعمانی کے ہاں مریم مسجد میں ادا فرمائی۔ حضرت نماز عصر سے قبل دفتر تشریف لائے اور مریدین اور ختم نبوت کے رفقاً سے ملاقات کی۔ قاری شیر افضل کے ہاں نماز عشاء کے بعد جامع مسجد سبزی منڈی میں ختم نبوت کانفرنس کی صدارت فرمائی۔

یکم مئی کی صبح نماز فجر اور معمولات سے فراغت کے بعد آپ نے ۱۰ بجے ڈی بلاک نارتھ ناظم آباد میں مدرسہ امام ابو یوسف حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلالپوری کے اقراء اور شادمان ٹاؤن میں مسجد باب الرحمت میں پروگراموں کی صدارت فرمائی۔ ظہرانہ جناب وسیم غزالی نے دیا۔ نماز عصر سے قبل آپ دفتر ختم نبوت تشریف لائے اور نماز عصر کی ادائیگی کے بعد مریدین کی اصلاح اور واردین کو فرماتے رہے۔ بعد نماز مغرب آپ دعا کے لئے دارالعلوم صفہ قاری حق نواز کے ہاں تشریف لے گئے اور بعد نماز عشاء جامع مسجد بلال بلدیہ ٹاؤن میں ختم نبوت کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ ۲/مئی صبح ۱۰ بجے ماڑی پور میں اور ساڑھے گیارہ بجے جوبلی میں آپ نے اقراء کے پروگراموں کی صدارت فرمائی۔ ظہرانہ حاجی عبدالرزاق خان نے آپ کے اعزاز میں دیا۔ حسب معمول عصر کے بعد عمومی مجلس میں تشریف فرما رہے بعد نماز مغرب اقراء کے اساتذہ کے پروگرام میں شرکت فرمائی بعد نماز عشاء آپ نے جامع مسجد قدسیہ میں ختم نبوت کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ ۳/مئی کو ۹ بجے آپ مولانا نعیم امجد سلیمی کے مدرسہ تعلیم القرآن یوسفیہ للبنات شانتی نگر کا سنگ بنیاد رکھنے اور دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ گیارہ بجے مدرسہ انوار الصحابہ ناظم آباد کے پروگرام میں آپ نے شرکت کی اور دعا فرمائی۔ ظہرانہ جناب کیپٹن خالد صاحب کے ہاں تھا۔ عصر کے بعد مریدین کی اصلاح فرمائی، نماز مغرب مفتی مزمل حسین صاحب کے مکان پر ادا فرمائی اور اپنے اعزاز میں دیئے گئے عشائیہ میں شرکت کی بعد نماز عشاء مدرسہ امام محمد سہراب گوٹھ قاری فیض اللہ چترالی کے ہاں تشریف لے گئے اور ختم نبوت کانفرنس کی صدارت کی۔ ۴/مئی کو آپ نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے بنوری ٹاؤن تشریف لے گئے، عصر کی مجلس کے بعد آپ نے نماز مغرب جامع مسجد محمن آباد میں ادا کی اور مدرسہ یوسفیہ کے پروگرام میں شرکت فرمائی بعد نماز عشاء آپ نے جامع مسجد فلاح میں ختم نبوت کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ ۵/اپریل کو آپ نے باتھ آئی لینڈ میں اقراء کے پروگرام کی صدارت فرمائی۔ نماز ظہر جامعہ اسلامیہ کلفٹن میں جناب مفتی محی الدین کے ہاں ادا فرمائی، جہاں آپ کے اعزاز میں ظہرانہ دیا گیا۔ نماز عصر سے قبل آپ دفتر ختم نبوت تشریف لائے اور معمولات سے فراغت کے بعد مسجد طیبہ ملیر ۱۵ میں دعا کے لئے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے جامع مسجد توحید گلشن حدید میں ختم نبوت کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ ۶/مئی کو جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے پروگرام میں شرکت کی، ظہرانہ بنوری ٹاؤن میں ہوا پھر دفتر ختم نبوت واپسی ہوئی۔ عصر کی مجلس کے بعد آپ نماز مغرب کی ادائیگی کے لئے جامع مسجد صدیق اکبر گلشن اقبال اور رات کو جامعہ عثمانیہ شیر شاہ اور مسجد طور میں دعا کے لئے اور ختم نبوت کانفرنس کی صدارت کے لئے تشریف لے گئے۔ ۷/مئی کو صبح نماز فجر کے بعد دفتر ختم نبوت مولانا نذر عثمانی حضرت اقدس دامت برکاتہم کو لینے کراچی آئے تھے حیدرآباد میں دعا کے لئے تشریف لے گئے اور مدرسہ مفتاح العلوم گھاس منڈی حیدرآباد میں پروگرام میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں سے آپ شہداد پور تشریف لے گئے جہاں سے بعدازاں آپ ٹنڈوآدم مولانا احمد میاں حمادی کے ہاں ختم نبوت کانفرنس کی صدارت کے لئے تشریف لے گئے۔ ۷/مئی کو رات گئے آپ کی کراچی واپسی ہوئی۔ ۸/مئی کی صبح نماز فجر اور مراقبہ سے فراغت کے بعد آپ سوا چھ بجے ایئرپورٹ پہنچے اور اسلام آباد کے لئے سفر کیا۔

حضرت اقدس خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد دامت برکاتہم کے ہمراہ اس سفر میں صاحبزادہ خلیل احمد، صاحبزادہ سعید احمد، صاحبزادہ نجیب احمد بھی تھے۔ ۲۹/اپریل تا ۸/مئی تک حضرت اقدس دامت برکاتہم کراچی میں مریدین اور متوسلین کی اصلاح واردین بیعت اور ختم نبوت کے پروانوں کی حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ روزانہ صبح نماز فجر کے بعد مراقبہ، بعد نماز عصر بیعت واصلاح کا سلسلہ اور بعد نماز عشاء ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد ہوتا تھا۔ حضرت امیر مرکزیہ دامت برکاتہم کے علاوہ حضرت نائب امیر مرکزیہ مخدومی حضرت انور حسین نفیس شاہ الحسینی دامت برکاتہم بھی کراچی تشریف لائے ہوئے تھے حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کے قیام اور معمولات جامعہ بنوری ٹاؤن میں تھے، حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم صبح اقراء کے پروگراموں میں شرکت فرماتے جبکہ عصر تا مغرب حضرت کی عمومی مجلس منعقد ہوتی اور بعد نماز مغرب حضرت شاہ صاحب مجلس ذکر منعقد فرماتے۔ اس کے ساتھ ساتھ میرے محسن ومربی مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم مرکزی ناظم اعلیٰ بھی چار یوم کے لئے کراچی تشریف لائے، شاہین ختم نبوت فاتح ربوہ مولانا اللہ وسایا صاحب بھی حضرت کے ہمراہ تھے۔ حضرت مولانا منظور احمد الحسینی دامت برکاتہم نے بھی حضرت امیر مرکزیہ کے ہمراہ حیدرآباد، ٹنڈوآدم میں ختم نبوت کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ مولانا مفتی محمد جمیل خان، مولانا نذیر احمد تونسوی، مولانا سعید احمد جلالپوری، مولانا محمد علی صدیقی، مولانا محب اللہ لورالائی خلیفہ حضرت اقدس دامت برکاتہم اور محمد انور رانا نے بھی مختلف جگہوں پر حضرت امیر مرکزیہ کے ہمراہ بیانات اور تقاریر کیں۔

اللہ تعالیٰ میرے شیخ ومربی مرشدی حضرت اقدس خواجہ خواجگان خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کا سایہ تادیر ہم جیسے گناہگاروں پر قائم ودائم رکھے، اور ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے، حضرت کی معرفت، تعلق مع اللہ میں اور اضافہ فرمائے اور ہمیں حضرت کی انفاس طیبہ سے منتفع فرمائے۔ (آمین)

☆☆..........☆ . . . ☆☆

توضیح و تشریح اسماء الحسنیٰ

تحریر: مولانا محمد اشرف کھوکھر

العزیز جل جلالہ: غالب و بے مثل

عزت سے مشتق ہے جس کے معنی قوت، شدت اور غلبہ کے ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد مرتبہ عزیز حکیم فرمایا، چند مقامات پر عزیز رحیم ۲ مقامات پر عزیز غفور ۳ مقامات پر عزیز غفار، ایک مقام پر عزیز مقتدر ۲ مقامات پر قوی عزیز، ایک مقام پر عزیز وہاب، اور چند مقامات پر عزیز علیم اور ۲ مقامات پر عزیز حمید فرمایا گیا ہے سورۃ الحشر ۲۴ میں ارشاد باری تعالیٰ:

"وھو العزیز الحکیم"

ترجمہ: "اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔"

سورۃ الحج ۴۰ میں ارشاد ہے:

"ان اللہ لقوی عزیز"

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے۔"

سورۃ الانفال میں فرمایا:

"ان اللہ عزیز حکیم"

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔"

مدینہ میں ابن ابی بن سلول منافقین کا سردار تھا، اس نے ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "اذل" کہا تھا۔ (نعوذ باللہ)

تو اللہ رب العزت نے اپنے محبوب رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"فللہ العزت و لرسولہ"

ترجمہ: "عزت اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ہے۔"

اللہ رب العزت جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے، ذلت دیتا ہے، عزت اور اس کی جمیع اقسام اللہ رب العزت کے قبضہ قدرت میں ہے۔

کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ شکست دینے کی بھرپور کوششیں کیں، اپنے مادی وسائل پر فخر کرتے ہوئے جنگیں لڑیں لیکن اللہ تعالیٰ نے بالآخر رسول آخرین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت کو کامیابی اور کامرانی سے ہمکنار فرمایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جانی دشمن خائب و خاسر ہوئے مکہ فتح ہوا اور تمام دشمنان اسلام مغلوب ہوئے۔

"جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔"

ترجمہ: "حق آیا اور باطل گیا، باطل نابید ہی ہونے والا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسلام اکناف و اطراف عرب میں پھیل چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب و جوار کے شہنشاہان عالم کو خطوط کے ذریعے قبول اسلام کی دعوت دی، جنہوں نے اسلام قبول کر لیا، انہوں نے دائمی خوش قسمتی کو پالیا اور جنہوں نے ٹھکرایا اور روگردانی کی وہ خائب و خاسر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اسلام کا پیغام لے کر پوری دنیا پر چھا گئے، اور دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں نے ان کے سامنے گردنیں جھکا دیں:

جھکا دیں گردنیں فرط ادب سے کج کلاہوں نے
زبان پر جب عرب کے ساربان زادوں کا نام آیا

معلوم ہوا غلبہ و عزت تو اسی "العزیز" کے لئے ہے، جسے کوئی نہیں چھین سکتا، جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ماضی میں عارضی غلبہ اور قوت و شوکت دی تو جنہوں نے اللہ رب العزت کے دیئے ہوئے غلبہ و اقتدار کا صحیح استعمال کیا وہ عنداللہ و عندالناس سرخرو ہوئے اور جنہوں نے تکبر کیا اور مخلوق خدا کو نقصان پہنچایا وہ وہ خائب و خاسر ہوئے

کل پاؤں ایک کاسہ سر پر جو جا پڑا
یکسر وہ استخوان شکستہ سے چور تھا
بولا کہ دیکھ کر چل او راہ بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سر پر غرور تھا

بڑے بڑے ظالم و جابر حکمران چنگیز خان، ہلاکو خان، ہٹلر اور نپولین جیسے متکبر کہاں گئے؟

نہ گور سکندر ہے نہ قبر دارا
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے
مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

ہمارا پیارا ملک پاکستان نفاذ اسلام اور اس امید کے ساتھ قائم ہوا تھا کہ جہاں مسلمان اپنی معاشی، معاشرتی، زندگی اسلام کے مطابق گزاریں گے، ملک میں اسلام کا نظام قائم ہوگا، معاشرے میں امن و امان عدل و انصاف، اخوت و بھائی چارہ قائم ہوگا، امانت، دیانت، شرافت اور صداقت کا راج ہوگا۔ جہاں مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو محفوظ ہوگی، امن و آشتی کا دور دورہ ہوگا، لیکن انتہائی افسوس اور المیہ کی بات ہے کہ قیام پاکستان کے ساتھ ہی اقتدار پر وہ لوگ قابض ہوگئے جو سرے سے ہی قیام پاکستان کے مخالف تھے ۵۲ سالوں میں جو کچھ ہوا وہ ہم سب کے سامنے ہے، جن مقاصد کے لئے ہمارے آباؤ اجداد نے قربانیاں دی تھیں ان مقاصد کے یکسر خلاف ہوا، موجودہ ملکی صورت حال کو بنظر عمیق دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اصحاب اقتدار حصول و قیام پاکستان کے مقاصد سے یکسر انحراف کئے ہوئے ہیں اقتصادی صورت حال کو ہی لیجئے، ملک کا غریب طبقہ ظلم و ستم کی چکی میں پس رہا ہے، شب و روز محنت مزدوری کرنے

باقی صفحہ 27 پر

ولیٔ کامل رئیس اتقیا

حضرت مولانا محمد منیر الدینؒ

تحریر: فیاض حسن سجاد، کوئٹہ

سلسلہ قادریہ چشتیہ اور نقشبندیہ کے ولی کامل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے امیر، جامع مسجد سنہری کے خطیب، استاد العلماً مولانا محمد منیر الدین طویل علالت کے بعد گزشتہ دنوں (۱۸/اپریل ۲۰۰۱ء بمطابق ۲۳ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ) کو حرکت قلب بند ہوجانے سے دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف انتقال فرماگئے۔

یوں تو ہر کسی کے لئے یہ جہاں فانی ہے، اس جہاں میں جو بھی آیا جانے کے لئے ہی آیا مگر حقیقت ہے کہ علماً ربانی کے جانے سے ایک عالم ویران ہوتا ہے مگر لاکھوں میں چند خوش نصیب وہ ہوتے ہیں جو ہزاروں افراد کو سوگوار نہیں چھوڑتے بلکہ لاتعداد علماً کو مغموم چھوڑ کر جاتے ہیں۔ مولانا مرحوم بھی اپنے تلامذہ سینکڑوں علماً اور ہزاروں مریدین کو اشکبار کر گئے ہیں۔

مولانا محمد منیر الدین ۱۹۲۵ء میں سوات کے ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد عبدالوہاب مرحوم ایک دیندار مسلمان تھے انہوں نے اپنے صاحبزادے کو دینی تعلیم کے لئے اجمیر شریف بھیجا جہاں انہوں نے مولانا حمید اللہ، مولوی امیر سلطان اور مولانا محمد یونس سے تعلیم حاصل کی۔ عصری تعلیم کی چار جماعتیں پڑھیں، سہارنپور کی مشہور دینی درسگاہ رحمانیہ، بعد ازاں رامپور کے مشہور مدرسہ مطلع العلوم، جامعہ عباسیہ بہاولپور اور خیر المدارس ملتان سے سند فراغت حاصل کی، راولپنڈی میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ سے دورہ تفسیر پڑھا۔

ان کے اساتذہ میں شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰنؒ، مولانا سید بدر عالم میرٹھیؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، استاد العلماً مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا گل حبیبؒ، مولانا عزیز گل صاحبؒ کاکاخیل، مولانا عبدالغفورؒ شالدرہ، مولانا جلال الدینؒ، مولانا عبداللہ اجمیریؒ شامل ہیں۔

مولانا مرحوم دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۵۰ء میں جامعہ ملیہ سبی میں درس و تدریس میں مصروف رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تاسیسی اجلاس میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر رحمہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ موجود تھے۔ انہوں نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۶/جنوری ۱۹۵۳ء میں وہ جامع مسجد سنہری کے خطیب مقرر ہوئے۔ مدرسہ مظہر العلوم شالدرہ میں بخاری شریف کا درس بھی دیتے تھے، ولی کامل مولانا غلام حبیب نقشبندی کی دعوت پر کوئٹہ آئے۔

حضرت مولانا محمد منیر الدین صاحب گو اور حق گو عالم دین تھے، کوئی لالچ یا دباؤ ان کی حق گوئی میں حائل نہیں تھا، جس بات کو حق سمجھتے اس کے اظہار میں خوف، مصلحت یا لالچ کبھی رکاوٹ نہیں بنتا تھا، حضرت کا خطبہ جمعہ دینی اور قومی معاملات میں بے باکانہ اظہار پر مشتمل ہوتا بات دلیل سے کرتے، حکمت اور دانش سے اپنے موقف کو سمجھاتے ان کی حق گوئی کا ہر حلقہ یکساں اعتراف کرتا۔

۱۹۸۰ء میں ان کو مرکزی جامع مسجد کا خطیب مقرر کیا گیا، وہ عیدگاہ طوغی روڈ میں نماز عید کا خطبہ دے رہے تھے مارشل لاء کا دور تھا، اس وقت کے فوجی گورنر اور تمام سرکاری حکام عیدگاہ میں موجود تھے، ٹیلیویژن اور پریس فوٹو گرافروں کی بڑی تعداد موجود تھی انہوں نے ٹیلیویژن والوں اور فوٹو گرافروں کو تصویر کشی سے منع کیا اور حکم دیا اور حرمت فوٹو کے شرعی مسئلہ پر حکومت کی سخت مخالفت کی، حکومت کے دباؤ پر ان کو جامع مسجد مرکزی کی خطابت سے ہٹادیا گیا اس پر عوام نے شدید احتجاج کیا لیکن مولانا مرحوم نے اس کو انا مسئلہ نہیں بنایا، اور بخوشی واپس سنہری مسجد چلے گئے اور ہر فتنہ باطلہ کے خلاف حالات اور نتائج کی پرواہ کئے بغیر پیش پیش رہے۔

۱۹۶۹ء میں حضرت مولانا مفتی محمود مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا گل بادشاہ، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک اور مولانا عبیداللہ انور رحمہم اللہ تعالیٰ کی درخواست پر جمعیت میں شامل ہوگئے، مولانا

مفتی محمودؒ نے ان کو جمعیت بلوچستان کا امیر مقرر کیا۔

۱۹۷۰ء میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے ان سے درخواست کی کہ مولانا (مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر) بن جائیں مولانا مرحوم نے کہا کہ وہ ختم نبوت کے ادنیٰ رضا کار ہیں۔ بعد ازاں ۱۹۷۳ء میں ان کو مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کا امیر مقرر کر دیا گیا انہوں نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی حصہ لیا، ان کے فرزند مولانا عبداللہ منیر نے بھی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

مولانا محمد منیر الدینؒ کی ملکی اور بین الاقوامی حالات پر گہری نظر تھی، بلوچستان بلکہ پاکستان میں سب سے پہلے انہوں نے تحریک اسلامی طالبان افغانستان کی حمایت کی اور طالبان کی نصرت و کامیابی ہر ممکن تعاون کیا۔

مولاناؒ کی پوری زندگی فقر و فاقہ عسرت و تنگدستی میں گزری وہ اپنے سلف کا سچا نمونہ تھے وہ مجاہد فی سبیل اللہ، مرد درویش تھے جنہوں نے اپنی زندگی اسلام کی سربلندی فتنہ باطلہ کی تردید اور حق گوئی میں بسر کر دی، انہوں نے منبر رسول پر ہر ظالم اور جابر کو للکارا اور حق کا بول بالا کرنے میں ہر ممکن کوشش کی۔

مولانا محمد منیر الدین کی رحلت ''موت العالم، موت العالم'' کا مصداق ہے۔

ان کی وفات کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی، جس میں ممتاز علماً کرام، دینی مدارس کے اساتذہ، تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے ان کی وفات سے ایک خلا پیدا ہو گیا ہے۔

نوٹ:

حضرت مولانا محمد منیر الدینؒ نے میری (فیاض حسن سجاد) درخواست پر خود نوشت سوانح قلمبند کی تھی ان کا ارادہ زیر طبع کتاب ''تحریک ختم نبوت، بلوچستان میں'' شامل کرنے کا تھا چونکہ کتاب اب تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچی، ان کے انتقال کرنے کی وجہ سے مناسب سمجھا کہ اس کو استفادہ عام کے لئے مضمون کی شکل میں شائع کر دیا جائے۔

مولانا مرحوم نے خود نوشت میں لکھا کہ:

• ''قبل تقسیم پاک و ہند بذریعہ ریل گاڑی اجمیر شریف پہنچا اور یہاں مدرسہ عثمانیہ درگاہ میں پانچویں جماعت تک اسکول پڑھا اور فارسی بھی پڑھی اور خوشخطی کی سند بھی حاصل کی، بعد میں چھٹیوں کے ایام میں ممبئی چلا گیا اور پھر اجمیر شریف آیا اور سوات میں کچھ عرصہ قیام کیا پھر دارالعلوم دیوبند آیا، یہاں سے علماً حضرات نے مجھے ضلع سہارنپور قصبہ روڑکی بھیجا، یہاں مدرسہ رحمانیہ میں داخلہ لیا اور یہاں سے ابتدائی کتابیں پڑھ کر ریاست رامپور پہنچا اور اجمیر شریف کے قیام کے دوران برصغیر پاک و ہند کی تقسیم ہو گئی، حالات کے خراب ہونے کی وجہ سے براستہ میرپور خاص، بہاولپور پہنچا۔ یہاں مدرسہ عباسیہ میں داخلہ لیا اور یہاں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد ملتان گیا اور مدرسہ خیر المدارس میں داخلہ لیا اور موقوف علیہ تک کتابیں پڑھیں، پھر دورۂ احادیث کے لئے ٹنڈو الہ یار پہنچا۔ شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن صاحب اور مولانا سید بدر عالم صاحب اور مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث کی کتابیں پڑھ کر الحمدللہ امتحان میں پاس ہوا، یہاں سے سند فراغت حاصل کر کے سبی آیا اور سبی سینٹرل جیل کی مسجد میں امامت شروع کی، پھر وہاں سے پولیس لائن سبی میں خطابت ملی، سبی میں تین سال قیام کے بعد کوئٹہ آ گیا اور ۱۹۵۳ء میں سنہری جامع مسجد کوئٹہ میں خطابت شروع کی، اس دوران مرکزی مسجد کے خطیب مولانا عبدالشکور کا انتقال ہو گیا اور پھر مسجد کی انتظامیہ نے مجھے مرکزی جامع مسجد کا خطیب مقرر کیا، وہاں پر تین سال گزارنے کے بعد واپس سنہری جامع مسجد میں فرائض منصبی سرانجام دیئے۔ ان ایام میں اللہ پاک نے حج اور عمرے کی سعادت سے بہرہ مند فرمایا۔ الحمدللہ! اللہ رب العزت نے سات صاحبزادے عطا کئے اور آٹھ بیٹیاں عطا کیں جن میں سے قبل بلوغ تین بیٹیاں اللہ کو پیاری ہو گئیں اور پانچ کی شادیاں ہوئیں جو کہ صاحب اولاد ہیں۔''

رویائے صالحہ:

۱:..... بچپن میں گھر کے رشتہ داروں کے ساتھ قبرستان جایا کرتا تھا تو وہ بڑے قبرستان میں بڑی قبر کو کہا کرتے کہ اے اللہ کے پیارے! بعد میں مجھے اس لفظ کے کہنے سے یہ تردد ہوا کہ کہیں یہ الفاظ شرک کے نہ ہوں تو میں نے خواب دیکھا کہ مکہ مکرمہ سے نیچے ایک بڑا ریگستانی میدان میں ایک بڑا پتھر ہے اور اس کی طرف لوگ بہت پست قد آ رہے ہیں اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام آ رہے ہیں، ہم نے وہاں انتظار کیا اور دیکھا کہ حضور علیہ السلام کافی اونچے قد کے ساتھ تشریف لائے اور اس پتھر پر بیٹھ گئے اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا: ''اے اللہ کے پیارے! اور کچھ فرمایا تو جو پہلے دل میں تردد تھا'' اس خواب سے دور ہو گیا۔ ایک مرتبہ رات خواب دیکھا کہ میں مر چکا ہوں اور لوگ میرے لئے حضور علیہ السلام کے پہلو میں قبر کھود رہے ہیں اور میں نے دیکھا کہ لوگ اس سے مٹی اٹھا رہے ہیں، اس دوران ایک آواز آئی کہ اس کو ابھی چھوڑ دو کہ ابھی اللہ پاک نے اس سے بندوں کو نفع پہنچانا ہے تو جاگنے پر میں بہت خوش ہوا کہ انشاء اللہ!

باقی صفحہ 27 پر

مسیحیت سے اسلام تک

مصر کے ایوانوں میں شور بپا ہے میرے اسلام قبول کر لینے سے قبول اسلام کے بعد "حلمی محمد فہمی عبدہ" کا مسیحیت پر بے لاگ تبصرہ

ترجمہ: مولانا محمد شہاب الدین قاسمی

"موجودہ توریت اور انجیل محرف ہیں" یہ اس مسیحی نوجوان کا موضوع ہے جس نے اسلام اور عیسائیت کے تقابلی مطالعہ کے بعد اسلام قبول کیا ہے اور جس کی وجہ سے مصر کے عیسائی ایوان میں شور بپا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے قلب کو منور کیا اور فطرت سلیمہ کے راستہ پر گامزن کردیا' اسلام قبول کرنے کے بعد اس مسیحی نوجوان نے "العالم الاسلامی" مکۃ المکرمہ کو اپنے ایمانی سفر کی طویل' سنسنی خیز اور عیسائیوں کو چیلنج کرنے والی داستان پر مشتمل جو انٹرویو دیا ہے کوشش کی گئی ہے کہ اس کا اردو ترجمہ اسی کی زبان میں پیش کردیا جائے۔

سب سے پہلے مسیحی نوجوان نے اپنی بصیرت افروز گفتگو میں یہ ثابت کیا ہے کہ اس وقت یہودی اور نصرانی جس توریت اور انجیل کی بات کرتے ہیں وہ محرف اور ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس کے علاوہ اسلام کی حقانیت' توریت اور انجیل میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی بشارت' عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں اور یہودیوں کی مکروہ سرگرمیوں کا علمی' تحقیقی اور تفصیلی جائزہ لیا ہے۔

یہ اہم موضوعات ہیں جن کو اس جرات مند نوجوان نے اپنی گفتگو کا مرکز بنایا ہے' اگرچہ ان موضوعات پر آج سے پہلے علمائے اسلام نے بہت کچھ لکھا ہے اور مخالفین کی تردید کی ہے' لیکن آج آپ اس مسیحی نوجوان سے اسلام کی حقانیت سنیں گے' جس کی نشوونما مسیحی خاندان میں ہوئی تا آنکہ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور اسلام کی روشنی عطا فرمائی۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ○

"میں گواہی دیتا ہوں کہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' اس کا کوئی شریک نہیں وہی زندگی عطا کرتا ہے اور اسی کے قبضے میں موت ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے' اسی کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے" بے شک سب سے زیادہ سچا کلام اللہ کا کلام ہے اور بہترین طریقہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔

میں اللہ کے اس قول پر ایمان لاتا ہوں جس نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی معتبر ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے برحق اور آخری رسول مانتے ہوئے ان کے فرمان کی صداقت پر ایمان لاتا ہوں جس نے فرمایا کہ ہر انسان کی پیدائش فطرت اسلام پر ہوتی ہے یہودی' نصرانی اور مجوسی اس کے والدین بنادیتے ہیں۔

سیدنا ابوالقاسم' میرے قلب کی روشنی' آنکھوں کی ٹھنڈک اے اللہ کے رسول میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ نے اللہ کے پیغام کو امت تک پہنچادیا' امانت کو ادا کردیا اور تاریکی کو مٹادیا اور امت سے مصیبتوں کو دور کردیا اور اللہ کے رستے میں قربانیاں پیش کیں ہزاروں صلوۃ وسلام ہوں آقائے مکی مدنی پر' آپ کی پاک بیویوں اور آپ کے جاں نثار ساتھیوں پر۔

پیدائش:

"حلمی محمد فہمی عبدہ" عیسائیت کی ظلمات اور تاریکیوں سے اسلام کی روشنی کی طرف کی خوبصورت اور ولولہ انگیز داستان سفر کا آغاز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ۱۹۶۰ء میں صوبہ سوہاج کے ایک دیہات "کوم" میں میری پیدائش ہوئی میرا خاندان روایتی طور پر عیسائی رسم و رواج کا پابند تھا' ۱۹۶۶ء تک میں اپنے گاؤں کے ایک عیسائی مدرسہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کرتا رہا' مدرسہ اور گھر کے درمیان ایک گرجا گھر بھی تھا جس میں تمام بچے روزانہ پابندی سے جایا کرتے مگر میں ان کے ساتھ اور اکیلے کبھی گرجا گھر میں داخل نہیں ہوا چونکہ میں نے اپنے والدین اور بہنوں کو بھی کبھی کسی گرجا گھر میں جاتے نہیں دیکھا بس روایتی طور پر ہمارا خاندان مسیحی چلا آرہا تھا۔

ابتدائی تعلیم کے دوران میں نے دیکھا کہ ہر اتوار کو چھٹی ہوتی ہے اور مدرسہ کے تمام بچے گرجا گھر جاتے ہیں اور ان لڑکوں سے ہی میں نے "سملہ ثلاثہ" یعنی بسم الاب والا بن والروح القدس سنا اور سیکھ بھی لیا جس کو ہر عیسائی کسی بھی کام کو شروع کرنے سے پہلے پڑھتا ہے' اسکول میں ہمیں بتایا جاتا کہ ایک اللہ میں یہ تینوں داخل ہیں اور تینوں مل کر ہی ہمارا معبود ہے' اور اس نظریہ اور فلسفہ کو سمجھانے کے لئے پادری آگ اور سورج کی مثالیں دیتے ہیں کہ آگ کی طرف دیکھو اس میں (۱) آگ کے شعلے (۲) روشنی' (۳) گرمی تین چیزیں موجود ہیں اور یہ تینوں مل کر آگ ہے اسی طرح سورج کی

طرف دیکھو اس میں (۱)سورج ٹکیہ' (۲)شعاع' (۳)گرمی اور تمازت یہ تینوں مل کر ایک سورج ہے' اسی طرح اب' ابن اور روح القدس تینوں مل کر ایک اللہ ہے اور وہی ہم لوگوں کا معبود ہے۔ اعاذنااللہ عنہ

" حلمی محمد فہمی عبدہ" کہتے ہیں کہ محض اللہ کے فضل و کرم اور اس کی مدد سے ہی اس عمر میں ان پادریوں سے سوال اور ان پر جرح کرتا کہ آگ کے اندر دھواں اور راکھ دو مزید چیزیں ہیں یہ سوال سن کر پادری میری طرف حیرت اور استعجاب کی نظروں سے دیکھتے مگر مجھے اس سلسلہ میں کبھی بھی تشفی بخش جواب نہ دے سکے۔ میں نے پادریوں کو یہ بھی تعلیم دیتے دیکھا کہ کھاتے' پیتے' سوتے جاگتے' تجارت' زراعت' شادی بیاہ ہر کام کے شروع میں صلیب کا نام لیتے ہیں اور اس کو ضرور پوجتے ہیں' میں نے عیسائیوں کو ان کے نزدیک دین کی اہمیت کو اس سے زیادہ محسوس نہیں کیا جس قدر ایک کسان کو زمین اور جانوروں کی ضرورت پڑتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ میں عیسائیوں کو شدید جاہلی تعصب میں مبتلا پایا۔

میں ایک متوسط عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا' اکثر میں گھر کے افراد سے سوال کرتا کہ آخر اب' ابن اور روح القدس تینوں مل کر ایک کیسے ہیں؟ آج تک مجھے اس کا تشفی بخش جواب نہیں مل سکا' اور میری حیرت کی انتہا اس وقت نہ رہی جب عیسائیوں کے بنیادی عقیدے کا علم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور وہ سولی پر چڑھائے گئے ہیں اور ان کا خون صلیب پر موجود ہے جو دراصل حضرت آدم علیہ السلام کی خطا کا کفارہ ہے۔

فطرتی سوالات کے گھیرے میں:

" حلمی محمد فہمی عبدہ" کہتے ہیں کہ ابتدائی مدرسے میں میرے ہم سبق چند مسلمان دوست تھے' ان کو میں نے درسگاہ اور درسگاہ سے باہر مختلف اسلامی آداب میں پایا جو عیسائیوں کے یہاں میں نے کبھی نہیں دیکھا' ایک روز ان ہی مسلم احباب کے ساتھ میں نے قرآن کریم کی سورۂ اخلاص سنی اور پڑھی جس نے میرے قلب و دماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور قلب میں پچھلی گمراہیوں کو محسوس کیا' جب مجھے معلوم ہوا کہ معبود صرف ایک ہے اور وہ بے نیاز ہے' نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے تو مجھے تسلی اور تشفی ہوگئی' اس صاف و شفاف عقیدۂ توحید کو پاکر اسلام کے تئیں مزید معلومات کے لئے میں مضطرب ہو اٹھا۔

یہاں تک کہ میں نے ابتدائی درجات مکمل کرلئے اور درجہ اعدادیہ کے لئے سوہاج کے ایک قدیم ادارے میں درخواست دے ڈالی چنانچہ ۱۹۷۳ء میں میرا داخلہ اعدادیہ میں ہوگیا' گھر سے ۱۳ کلو میٹر دور واقع اس مدرسہ میں ہاسٹل کا انتظام تھا اور اس میں مسلمان طالب علم بھی قیام پذیر تھے' اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے میں ہاسٹل میں مقیم ہوگیا۔

یہاں آکر میں قدرے مطمئن ہوگیا تھا' اب روزانہ مسلم دوستوں سے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرتا اور عیسائیوں کے عقیدے کے بارے میں' میں نے منظم مطالعہ شروع کردیا اور سب سے پہلے اپنے عیسائی ساتھیوں سے موجودہ اناجیل کے بارے میں بحث شروع کردی۔

مطالعہ کے دوران اناجیل اربعہ (انجیل متی' انجیل مرقس' انجیل لوقا' انجیل یوحنا) میں سے سب سے پہلے زیادہ حقیقت کے قریب انجیل یوحنا کو پایا مگر تحریف سے وہ بھی پاک نہیں ہے' جیسا کہ انجیل یوحنا کے مزمور ۵۶ عدد ۴ میں ہے:

"میرے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے' وہ تمام غلط اور باطل نظریات کے ذریعہ بدل دیا گیا ہے۔"

انجیل یوحنا اصحاح ۲۰ عدد ۳۰ میں ہے:

"اور بہت سی نشانیاں جو حضرت عیسیٰ مسیح نے اپنے تلامذہ کے سامنے ظاہر کیں وہ اس کتاب (موجودہ انجیل) میں نہیں لکھی گئی ہیں۔"

اس پس منظر میں بار بار میرے ذہن و دماغ میں سوال ابھرتا کہ آخرکار ان حقائق کو موجودہ اناجیل کے صفحات میں کیوں نہیں لکھا گیا اس لئے موجودہ اناجیل یقیناً" محرف ہیں اور اس کی نشاندہی خود انجیل اعمال الرسل اصحاح ۱ عدد ۱۱ میں کی گئی ہے:

"اور کہا گیا اے لوگو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہو' حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو آسمان کی طرف اٹھالئے گئے ہیں اسی طرح آسمان سے ایک روز تشریف لائیں گے۔"

یہ اسلامی نظریہ اور عقیدہ کی واضح تصدیق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ہی آسمان کی طرف اٹھالیا گیا ہے ان کو سولی نہیں دی گئی ہے جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔

" حلمی محمد فہمی عبدہ" کہتے ہیں کہ ۱۹۷۳ء سے ۱۹۷۶ء تک میں درجہ اعدادیہ کا طالب علم رہا اور اس دوران میرا قیام صوبہ سوہاج ہی میں رہا' سوہاج کے شہروں میں واقع گرجا گھروں میں کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا' بلکہ میں نے قصداً" ادھر کا رخ نہیں کیا' البتہ اس دوران بار بار میرے ذہن میں نماز اور روزے کے بارے میں طرح طرح کے سوالات ابھرتے اور یہ اس وجہ سے تھا کہ نماز اور روزہ کی پابندی کرتے ہوئے میں نے بارہا اپنے مسلم دوستوں کو دیکھا تھا۔

عیسائیوں کے عقیدے میں دن رات میں سات نمازیں ہیں اگرچہ اکثر عیسائی صرف اتوار

کے دن اور عید کے دن کی نماز پڑھتے ہیں اور اکثر تو نماز سے واقف ہی نہیں۔ نمازوں کے اوقات اس طرح ہیں (۱)صبح کی نماز' (۲)تیسرے گھنٹہ کی نماز' اس میں یہ واضحات نہیں ملتی کہ اس سے کیا مراد ہے دن یا رات؟ (۳)دن میں چھٹے گھنٹے کی نماز' (۴)نویں گھنٹہ کی نماز' (۵)غروب کے وقت کی نماز' (۶)گیارہویں گھنٹے کی نماز' (۷) آدھی رات کی نماز' ان مذکورہ ساتوں نمازوں میں موجودہ اناجیل اور مزامیر کے الگ الگ مخصوص حصے ہیں جو نماز میں پڑھے جاتے ہیں اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ہر نماز کی کیفیت دوسری نماز سے مختلف ہے۔

پادریوں سے چند سوالات:

عیسائی پادریوں سے میں بار بار سوال کرتا کہ آخر کس نے ان نمازوں کو مشروع کیا ہے اور ان کی تفصیلات کس نے بتائی ہیں؟ ان کے اوقات کس نے متعین کئے؟ اور نمازوں کے مکلف صرف وہی کیوں ہیں جو اناجیل اربعہ کو اچھی طرح قرات کرسکے اور جو ناواقف ہو ان پر نماز فرض کیوں نہیں ہے؟

اور جب میں نے پوچھا کہ جو شخص نماز پڑھتا ہے اور جو نہیں پڑھتا ہے ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے؟ پڑھنے والوں کے لئے ثواب اور نہ پڑھنے والوں پر عذاب ہے؟ اور کتاب مقدس میں وہ کونسی آیات ہیں جن سے ان نمازوں کا ثبوت ملتا ہو' یہ سن کر پادری حیران ہوگئے اور مجھے آج تک مطمئن نہ کرسکے۔

اسی وقت میں نے پادریوں کو مخاطب کرکے کہا کہ اس کے برخلاف اسلامی نماز میں تمام تفصیلات اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سے ہیں' سورۂ فاتحہ اور قرآن کریم کی سورتوں میں آیات کی قرات' اللہ تعالیٰ کی تکبیر' تسبیح اور تہلیل اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پر مشتمل نماز کی پوری صفت اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے۔ اس میں کسی طرح کی تحریف کی گنجائش نہیں ہے۔

نیز اسلامی عقیدے میں نماز کی پابندی کرنے والوں کے لئے آخرت کی کامیابی' ثواب' جنت کی بشارت اور نماز ترک کرنے والوں پر اللہ کے غضب اور جہنم کی وعید سنائی گئی ہے' اسی وجہ سے اسلامی ارکان خمسہ میں دوسرا رکن نماز ہے' اسلام میں نمازی اور غیر نمازی کے درمیان واضح فرق موجود ہے' جب کہ تمہارے لئے اس کا تصور تک نہیں' تمہارے لئے صلیب کی پوجا ہی اصل عبادت ہے تو دراصل تمہارا دین وہ ہے جس پر تمہارا نفس راضی ہو۔

میری زندگی کا فیصلہ کن مرحلہ:

" علی محمد فہمی عبدہ" کہتے ہیں کہ ۱۹۷۷ء میرا آخری سال تھا' اور اسی سال طویل بحث و مباحثہ اور جستجو کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ کھول دیا' میں اس لمحہ کو یاد کرتا ہوں تو سر سجدۂ شکر کے لئے بارگاہ رب العزت میں جھک جاتا ہے اور اللہ کے اس فرمان کو بار بار زبان دہراتی ہے:

"سو جس کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت کرے تو کھول دیتا ہے اس کے سینے کو واسطے قبول کرنے اسلام کے اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے کردیا ہے اس کے سینہ کو تنگ بے نہایت تنگ گویا وہ زور سے چڑھتا ہے آسمان پر' اسی طرح ڈالے گا اللہ عذاب کو ایمان نہ لانے والوں پر۔" (سورۃ انعام آیت ۱۲۵)

اور میں یہ نہیں بتا سکتا کہ جب میں نے اسلام کے پہلے "اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ" کا زبان سے اقرار کیا تو مجھے کتنی خوشی ہوئی اور کس قدر اطمینان و سکون ملا اس کلمہ کے اقرار کے بعد' کاش میں پہلے اس حقیقت سے آشنا ہوچکا ہوتا۔

مجھے اسلام میں اپنے آپ کو ڈھالنے میں دیر نہیں لگی اور میں پابندی سے فرائض کو ادا کرنے لگا مگر ابھی اسلام قبول کئے ہوئے چند ہی ماہ گزرے تھے کہ مجھ پر مصائب کا سلسلہ شروع ہوگیا' ہوا یوں کہ ایک دن ایک عیسائی طالب علم نے مجھے سوہاج شہر کی جامع مسجد اقطب میں نماز ادا کرتے ہوئے دیکھ لیا اور اس کو اپنی طرف سے مزید نمک مرچ لگا کر میرے والدین اور بہنوں کو بتادیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے والدین نے مسلم دوستوں سے ملاقات اور ان کے ساتھ رہنے پر پابندی لگادی اور مجھے اپنی ایک خالہ کے یہاں سخت نگرانی میں منتقل کردیا جو میرے لئے ایک قید خانہ سے کم نہیں تھا۔

" علی محمد فہمی عبدہ" کہتے ہیں کہ شدہ شدہ یہ خبر سوہاج کے بڑے پادری تک پہنچ گئی اور ایک روز زبردستی مجھے اس بڑے پادری کے پاس میرے والدین لے گئے' جب میں پادری کے پاس پہنچا' تو مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا اور سلام کیا' وہاں موجود بہت سارے عیسائی اور پادری کے خلاف توقع یہ میرا طرز تھا' اس لئے کہ عیسائیوں میں طریقہ ہے کہ جب کوئی پادری کا سامنا کرتا ہے تو اس کے سامنے فوراً جھک جاتا ہے' اس کے ہاتھوں اور چہرہ کو چومتا ہے اور کہتا ہے **نهارک سعید یا ابونا وسیدنا المطران** اے بڑے باپ آپ کا دن مبارک گزرے' لیکن میں نے اس طرح کی کوئی غیر اسلامی حرکت نہیں کی اس لئے وہاں موجود تمام عیسائی حیران ہوگئے اور مجھے نفرت اور حقارت کی نظروں سے دیکھنے لگے۔

بڑے پادری نے مجھ سے کیا کہا:

مجھے اپنے والدین' بہنوں اور دیگر متعصب عیسائیوں کی موجودگی میں بڑے پادری نے مخاطب کرتے ہوئے کہا اے نوجوان سچ سچ بتا تمہیں مال و دولت یا کسی اور چیز کی ضرورت ہے

جن کو تمہارے والدین نے اب تک پورا نہ کیا ہو آخر تم کس چیز کے لالچ میں بددین ہو گئے؟ اور سنو! اگر آئندہ میں نے سن لیا کہ تم مسجد میں نماز پڑھنے جاتے ہو تو میں تمہیں ذبح کروں گا اور ایسی جگہ دفن کروں گا کہ کالے کوے تک کو اس کی خبر نہ مل سکے گی اور یاد رکھو بقیہ تعلیمی ایام ۱۹۷۷ء سے ۱۹۸۰ء تک اب تم مسلمان لڑکوں کے ساتھ نہیں گزارو گے بلکہ تم عیسائی اسٹوڈنٹس یونین کے تحت رہو گے' یہ کہہ کر بڑی حقارت بھری نظروں سے میری طرف دیکھا اور میری طرف سے کسی جواب کا انتظار کئے بغیر مجھے پادری روم سے جانے کی اجازت دے دی میں نے پادری کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔

"علی محمد فہمی عبدہ" کہتے ہیں کہ آخر پادریوں نے مجھے عیسائیوں کے ہاسٹل میں رہنے سے کیوں روکا؟ صرف اس لئے کہ میں ان کی سخت ترین نگرانی میں رہوں اور آئندہ میں نماز کے لئے باہر نہ جاسکوں' حتیٰ کہ میرے اساتذہ (عیسائی) نے مجھ پر سخت اور کڑی نگرانی شروع کر دی اور مجھے پابند کر دیا کہ میں میں تمام عیسائی لڑکوں کے ساتھ نویں گھنٹے کی نماز میں شریک رہوں ورنہ سخت اذیتوں کے لئے تیار ہو جاؤں شروع میں عیسائی طالب علم اگرچہ میرے احوال سے ان تھے' لیکن اساتذہ پر میری حقیقت حال واضح تھی یہی وجہ ہے کہ بعض اساتذہ میرے پاس تنہائی میں آتے اور کہتے اے میرے بھائی علی تم ہم لوگوں کے ساتھ خوش ہو' کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے؟ تمہیں روپے یا کسی اور چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟ اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوئی اور تم نے ہمیں نہیں بتایا تو ہم لوگ تم سے ناراض ہو جائیں گے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ میں نے ان لوگوں کے ساتھ اخلاق و کردار اور حسن معاملات کے ساتھ وقت گزارا اور کیوں نہیں جب کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

"علی محمد فہمی عبدہ" بڑے فخر اور مسرت سے کہتے ہیں کہ خدا کا فضل ہے کہ ابھی ہاسٹل میں مجھے ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ میں دوبارہ سوہاج شہر کی جامع مسجد میں بغیر کسی پرواہ اور خوف کے نماز ادا کرنے چلا گیا' لیکن اتنا افسوس ہے کہ پانچوں نمازوں کے لئے مسجد نہیں جا پاتا۔ اور آخر کار وہ دن آگیا جب میں نے اپنا تعلیمی سفر پورا کر لیا اور ۱۹۸۰ء ۱۹۸۱ء میں ڈپلوما کی سند حاصل کر لی اور اس کے فوراً بعد میں نے اپنا ایڈمیشن فوج میں کروالیا' یہ کوئی دو سال کا کورس تھا' اس دوران میں الحمدللہ نماز کی پابندی کرتا رہا اگرچہ میرے تعاقب میں فوج میں بھی دشمن موجود تھے۔

"علی محمد فہمی عبدہ" دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب میرے والدین اور گھر والوں نے محسوس کر لیا کہ دن بدن اسلام کے لئے میرے پاؤں جمتے جارہے ہیں تو نہایت غصہ میں ایک مرتبہ مجھ سے کہنے لگے "کاش تم ایک لڑکی ہوتے اور تمہارے ساتھ زنا کا عمل کیا جاتا یہ ہمیں قبول تھا' مگر تم نے ہمارے سر کو شرم سے جھکا دیا فضیحت اور عار میں مبتلا کر دیا اور دنیا کے سامنے ہماری ناک کٹا دی صرف اس لئے کہ تم نے اپنے آباؤ اجداد کے مسیحی دین کو چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا۔"

کاش! میرے والدین اس طرح کہنے کے بجائے وہ میرے سینے میں پتھر کی چٹان رکھ دیتے اور میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح احد احد پکارتا' اس وقت بے اختیار میرے منہ سے یہ اشعار نکل پڑے۔

اے اللہ تیری محبت میرے خون اور ہستی میں سمائی ہے
دنیا کی بے پناہ گمراہیوں میں پڑا ہوں اور تو ہی میرا مددگار ہے
خدایا تو ہی میرا خالق ہے تو ہی میرا وکیل ہے
اے اللہ تو ہی میرے تمام امور کے لئے کافی ہے

نئی زندگی کا آغاز:

یکم جنوری ۱۹۸۴ء کو میں فوج سے واپس گھر لوٹ آیا تاکہ بقیہ زندگی اسلام کے مطابق گزاروں اور اس کام کی تکمیل کروں جس کا میں نے آغاز کیا تھا اور فطرت کی آواز پر لبیک کہوں جو مجھے ہوش سنبھالنے کے بعد سننے کو ملی تھی' چونکہ سوہاج میں رہ کر مجھے آزادی حاصل نہیں تھی اس لئے میں نے عراق کا سفر کیا اور وہاں معمار کی حیثیت سے ایک کمپنی میں کام کرنے لگا۔ عراق میں مجھے اچھے مسلم دوست مل گئے اور مطمئن نہج پر میری زندگی گزر رہی تھی کہ اچانک میری ایک بہن کا تار آیا کہ میں فوراً اپنے وطن سوہاج واپس لوٹ آؤں اور ایئر فورس کا تقرری نامہ حاصل کروں چنانچہ میں فوراً گھر آگیا اور وطن واپس آنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ صرف مجھے گھر بلانے کا بہانہ تھا۔

"علی محمد فہمی عبدہ" کہتے ہیں کہ میرے گھر والوں کو اب تک یقین نہیں تھا کہ میں پورے طور پر اسلام میں داخل ہو گیا ہوں' اس لئے ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ فوراً چچازاد مسیحی بہن سے میری شادی کر دی جائے تاکہ وہ لوگ مطمئن ہو جائیں اور میری مسیحیت پر مہر لگ جائے' لیکن افسوس صد افسوس ان کی تدبیر پر' کیا ممکن ہے کہ جس قلب نے اپنے اندر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سمولیا ہو اور جس نے ایمان کی مٹھاس چکھ لی ہو کیا دوبارہ ضلالت کی طرف لوٹ جائے گا؟ اگرچہ اس کو لوہے کی زنجیروں سے جکڑ دیا جائے' ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا ہرگز نہیں۔ اے اللہ تمہارے ہی لئے تعریف اور شکر ہے' میں نے اللہ کو رب مان لیا اور اسلام کو اپنے لئے دین اور محمد رسول اللہ کو اللہ کا پیغمبر۔

مگر وہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہوگئے اور نہ معلوم یہ سب کیسے ہوگیا کہ ۱۹۸۶ء میں میری شادی چچازاد عیسائی بہن سے کردی گئی' یہ شادی صرف چار سالوں تک کے لئے ہی برقرار رہ سکی' چار سال کی ازدواجی زندگی میں میرے دو لڑکے ہوئے اور فوراً" مجھے کہا گیا کہ دونوں لڑکوں کو لے کر گرجا گھر جاؤں اور وہاں پادریوں کے درمیان عمل غطیس "عیسائی بنانے والا عمل" کراؤں اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو مولود مسلمان ہوجاتا ہے۔

مجھے اس وقت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی صداقت کا احساس ہوا کہ "ہر مولود فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے' عیسائی' یہودی اور مجوسی اس کے والدین بنادیتے ہیں" تو بھلا میں اس عظیم گناہ کا ارتکاب کیونکر کرتا' مجھے معلوم تھا کہ غطیس کا عمل سراسر کفر و شرک ہے' میں اللہ کا شکر بجالاتا ہوں کہ اب تک میں غطیس سے محفوظ رہا چونکہ میری والدہ نے مجھے بتایا کہ ولادت کے بعد بھی میں اس لعنت سے محفوظ رہا۔ وذالک من فضل اللہ

"علی محمد فہمی عبدہ" کہتے ہیں کہ ایک عیسائی لڑکی سے شادی پر میں راضی اس لئے ہوگیا کہ اس وقت میرا شعور پختہ نہیں تھا' والدین اور کنبہ کا خوف دامنگیر تھا لیکن اب تو میں ایک آزاد اور عاقل بالغ انسان ہوں' مجھے پورا حق ہے کہ حق کا ببانگ دہل اعلان کروں اور دل کی گہرائیوں میں موجزن جذبات کا اظہار کروں اور لوگوں کے سامنے اقرار و اعلان کروں کہ میں اس دین ومذہب سے بری ہوں جو اسلام کے خلاف ہے۔

میں نے پادری سے چیلنج کیا کہ تم تو کہتے ہو کہ جس نے عمل غطیس نہیں کیا وہ جنت میں نہیں جائے گا تو تم حضرت ابراہیم' حضرت اسحٰق' یعقوب اور موسیٰ علیہم السلام اور تمام انبیائے کرام کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ کیا جنت میں ہیں یا جہنم میں؟ اور یقیناً" تمہارا عقیدہ ہے کہ وہ جنت میں ہیں تو آخر بغیر عمل غطیس کے جنت میں کیسے داخل ہوگئے؟ اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟

اسلام کا باضابطہ اعلان:

۲۰-۹-۱۹۹۰ء کو شہر ناصر سوہاج کے مکتبہ التوثیق میں' میں نے اسلام کے تئیں دیرینہ جذبات کا اظہار ایک مجمع عام میں کردیا' اس وقت میں نے نہ کوئی خوف محسوس کیا اور نہ تردد' وقتی مصلحت یا کسی دنیوی غرض اور کسی کے دباؤ میں آکر میں نے اسلام قبول نہیں کیا' بلکہ میں اپنے فطرت و ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اللہ کی رضا اور اپنی آخرت کو سنوارنے اور اہل و عیال اور خاندان کی ہدایت کے لئے دعا کرتے ہوئے زمرۂ اسلام میں داخل ہوا اور اس کے لئے میں نے ہر اپنی محبوب چیز کو چھوڑدیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو بندے سے یہی مطلوب ہے اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے' جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی تو یقیناً" اس کو اللہ اور اس کے رسول ملیں گے' اور اگر کسی نے کسی دنیوی غرض یا کسی عورت سے نکاح کے ارادے سے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی کے لئے ہوگی۔

"علی محمد فہمی عبدہ" کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والدین' بیوی اور بچوں کو چھوڑ دیا اگرچہ میری خواہش اور تمنا تھی کہ بیوی اور بچے میرے ساتھ رہیں تاکہ اللہ انہیں بھی ہدایت نصیب فرمائے مگر میری بیوی نے خود مجھ سے جدائی اختیار کرلی اس لئے کہ عیسائیوں نے میرے بارے میں اخباروں کے ذریعہ یہ خبر پھیلادی تھی کہ میں نے اسلام دس ہزار پونڈ اور ایک مکان کے بدلے قبول کیا ہے۔

میں ان لوگوں سے سوال کرتا ہوں کہ میرے اسلام قبول کرلینے سے اسلام کو کیا فائدہ ملا؟ اور کیا اس کی وجہ سے اسلام میں فرد کی زیادتی ہوگی' کیا میں دنیا میں پہلا فرد ہوں جس نے اسلام قبول کیا ہو یہی نہیں میرے اسلام قبول کرنے کی خبر پورے شہر میں پھیلنے کے دس دن بعد ہی میرے پاس میرے والدین اور بہن' بیوی اور بڑا لڑکا آیا اور سب نے بیک زبان یہ کہا کہ تم اپنی مرضی سے یہ لکھ کر ہمیں دو کہ میں پاگل ہوگیا ہوں اور اس کی ایک سند بنالوں' العیاذباللہ' آخر یہ کیوں نہیں سوچتے کہ روشنی کے بعد کسی کو ضلالت پسند ہے؟ اللہ سے دعا ہے کہ حالت ایمانی ہی میں دنیا سے لے جائے اور آخرت میں صالحین اور مومنین کی زمرے میں جگہ نصیب فرمائے' آمین۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ بچوں سے جدائیگی کے چھ ماہ بعد ۱۰-۳-۱۹۹۱ کو میں نے عدالت سے درخواست کی کہ کم از کم میرے بچے ہمارے حوالہ کردیئے جائیں اس سے پہلے کہ عیسائیت کی مسموم فضاؤں میں ان کی نشوونما اور ان کے عقیدے کے اندر فساد آئے میرے پاس آجائیں' چنانچہ عدالت نے میری درخواست منظور کرلی اور بچوں کو میرے ساتھ رہنے کا فیصلہ صادر کردیا۔

اس وقت میرے بڑے لڑکے کے عمر ۳ سال اور چھوٹے لڑکے کی عمر چودہ ماہ ہے' مجھے یقین تھا کہ بچوں کے ساتھ بیوی بھی ضرور میرے ساتھ آجائے گی اور ایک نہ ایک دن اسلام کے لئے نرم بھی ہوجائے گی' لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب ان دونوں بچوں کے لئے بھی اس کی ممتا نہ جاگی اور کسی حال میں بھی میرے ساتھ رہنے پر آمادہ نہ ہوئی' یہ درحقیقت اسلام کے خلاف عیسائیت کی دشمنی کی ایک بدترین مثال ہے کہ اس نے ممتا کے مقابلے میں اسلام دشمنی کو ترجیح دی جب کہ آپ صلی اللہ

باقی صفحہ 26 پر

قسط نمبر 1

تحریر: عبدالرحمٰن مذنب

شہیدِ ناموسِ رسالت ﷺ

غازی علم الدین شہیدؒ

۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی کی ناکامی نے ہر فرنگی حکمران کو پورے ہند میں سیاہ وسفید کا مالک بنادیا۔ اس کے سامنے ہندو اور مسلمان دو قومیں تھیں جو سیاسی نقطہ نظر سے اہمیت رکھتی تھیں۔ سکھ اگرچہ گنتی میں بہت کم تھے لیکن مضبوط تھے۔ ہندوؤں نے انہیں ساتھ ملالیا۔ انہیں خواتین کے ذریعے شادی کے رشتے میں باندھ لینا۔ ہندوؤں کا یہ پلان تھا کہ سکھوں کا اپنا تشخص قائم نہ ہو، چنانچہ یہ پلان اس قدر کامیاب ہوا کہ ۱۹۴۷ء میں جب بٹوارہ ہوا تو ادھر سکھوں نے ہندوؤں کا ساتھ دیا۔ مسلم کشی میں وہ اپنے رہنما تارا سنگھ کی قیادت میں ہندوؤں سے بھی آگے نکل گئے۔ ادھر ہند کی قدیم قوم جسے شودر کہا جاتا تھا، اکثریت میں تھے لیکن آریاؤں کی آمد کے بعد انہیں اس حد تک پامال کیا کہ ہندو معاشرے میں ان کی حیثیت تیسرے درجے کے غلام کی ہو کر رہ گئی۔ ان میں بڑے بڑے اسکالر پیدا ہوئے لیکن ہندو قیادت اور عوام نے انہیں سیاسی سطح پر ابھرنے نہ دیا اور انہیں اپنی گرفت میں رکھا۔

فرنگی کے لئے ہندو کوئی پرابلم نہ بنے۔ وہ جلد ہی نئے آقا کی چھتری تلے آگئے اور ایک ہزار سال کی غلامانہ خو سے انہوں نے جو تجربہ حاصل کیا تھا وہ کام آیا۔ آقا اور غلام میں سمجھوتہ ہوگیا۔ اس کی بدولت ہندوؤں کو پنپنے کے لئے ہر نوع کی مراعات حاصل ہوئیں۔ انہوں نے تعلیم، تجارت اور صنعت کاری میں خوب ترقی کی۔ سرکاری دفاتر میں ان کی ریل پیل ہوئی۔

مسلمان پیچھے رہ گئے، فرنگی کے زیر عتاب آئے، ہندو غلبہ پاگئے۔

مسلمانوں کو ایک ہزار سال کی حکمرانی کے بعد اس سے محروم ہونا پڑا تو انہیں سخت جھٹکا لگا۔ انہوں نے غلامی کا مزہ نہیں چکھا تھا۔ لہٰذا وہ سرکش ہوئے، فرنگی نے ان کی قابل فخر درسگاہیں مٹا دیں، (Mental Reservation) نے مسلمانوں کے پاؤں پکڑ لئے۔ ان کی صنعت گاہیں بری طرح ختم کیں اور انگلستان کی مصنوعات کے لئے جگہ بنائی۔ مسلمان ہنرمندوں کے ہاتھ کاٹے، مسلمانوں کے کلچر کو برباد کیا، فرنگی کلچر کو رواج دیا۔ مسلمانوں کو غم ہوا۔

فرنگی نے جانا کہ مسلمان کسی وقت بھی بغاوت کا علم سنبھال لیں گے لہٰذا ان کا تشخص پامال کیا جائے، انہیں مسلسل ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا اور اس حد تک دبایا جائے کہ جینا دشوار ہو جائے۔ ادھر ہندوؤں نے اپنے مہربان آقا کی شہ پر مسلمانوں کو دبایا، سرکاری دفاتر کے دروازے ان پر بند کئے، تجارت اور صنعت وحرفت کے میدان میں نزدیک نہ پھٹکنے دیا، تجارتی منڈیاں اپنے قبضے میں کرلیں۔

مسلمانوں کے لئے زندگی بہت پیچیدہ مسئلہ بن گئی۔ آقا مہربان، پڑوسی جو ایک ہزار سال سے جل جل کر بھی خوش رہے تھے، اپنے نہ رہے، پرائے بن کر دندنانے لگے۔ مسلمان سخت کشمکش میں مبتلا ہوئے، فرنگی کو آقا کے طور پر کیسے قبول کرتے؟ زندگی کی راہیں تنگ کردی گئیں۔ انہیں کمترین غلام کا درجہ دیا، بھوک اور افلاس کے صحرا میں انہیں چھوڑ دیا، خوانچے والے، سبزی فروش، قصائی، لوہار، ترکھان اور چپان دو وقت کی دال روٹی چلانے کے لئے صبح سے شام تک جان مارتے۔ آلو چھولے، کلفی کالفہ اور نان کباب، بیچتے، ہر گلی، ہر بازار میں ہندوؤں کی ہر قسم کی دکانیں تھیں، مسلمان انہی سے سودا خریدتے، ہندو کسی مسلمان سے کچھ نہ خریدتے۔

ہندو فرنگی گٹھ جوڑ نے مسلمانوں کو کچلنے میں کبھی غفلت نہیں برتی، مسلمانوں نے زندہ رہنے کے لئے فوج اور پولیس کی نوکری کی، دو عالمگیر جنگوں میں انہوں نے بے دریغ جانیں قربان کیں، یونین جیک کو فتح یاب اور فرنگی کو دنیا کی سب سے بڑی سلطنت عطا کی۔

یہ دور مناظروں کی گرماگرمی سے عبارت رہا۔ شردھانند ایسے متعصب ہندوؤں نے فضا کو خراب کرنے اور نفرت پھیلانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اسلام اور بانی اسلام کے خلاف مہم شروع کی گئی۔ ۱۸۹۹ء میں شریمتی آریہ پرتی ندھی سبھا نے رسوائے زمانہ کتاب ''ستیارتھ پرکاش'' چھاپی جس میں اسلام دشمنی کا پرچار کیا۔ یکم نومبر ۱۹۲۷ء کو لاہور کے راجپال پبلشر نے اس کا آخری ایڈیشن چھاپا۔ چودھواں باب ''دوبارہ تحقیق مذہب اسلام'' میں صفحہ ۷۰۷ سے صفحہ ۷۸۱ تک قرآنی سورتوں کے بارے میں اس کتاب کے ناقص العقل مصنف نے جی بھر کے ہرزہ سرائی کی ہے۔ اس اندھے محقق نے اسلام کو سمجھنے کی رتی بھر کوشش نہیں کی۔ اس کا تو مشن ہی اسلام کے خلاف سوچے سمجھے منصوبے پر عمل کرنا تھا۔ راجپال اس ناپاک منصوبے کی روح رواں تھا وہ بڑی تن دہی سے مالی نقصان اٹھا کر کام کر رہا تھا۔ اس نے آٹھ سو صفحے کی اس کتاب کے دیباچے میں لکھا ہے:

> ''اردو ستیارتھ پرکاش کی قیمت پہلے دو روپیہ تھی پھر میں نے ڈیڑھ روپیہ کردی، پچھلے ساتویں ایڈیشن کی قیمت پرچار کے خیال میں چودہ آنے رکھی گئی۔
>
> اب ستیارتھ پارکاش کے خلاف جو ایجی ٹیشن ہو رہا ہے، اس نے اس کی مانگ کو بہت بڑھا دیا ہے۔ اس لئے اس نئے ایڈیشن کی محنت اور لاگت سے بھی کم صرف ۱۰ آنہ قیمت رکھی جاتی ہے، امید ہے کہ آریہ پرش ہزاروں کی تعداد میں اس کی اشاعت کریں گے۔''
>
> (یکم نومبر ۱۹۲۷ء راجپال پبلشر)

کتاب کی اشاعت سے ہندو مسلم اتحاد کا ماحول یکسر تباہ ہوگیا۔ دلوں میں گرہیں بیٹھ گئیں، فرنگی بھول گیا کہ مسلمانوں نے دو عالمگیر جنگوں میں جانی قربانی دی ہے، وہ ہندو کی پیٹھ ٹھونکتا گیا، وہ خوش تھا کہ مسلمانوں کا دل دکھایا جا رہا ہے، ہندو میں وہ نفرت کے جذبے کا سب سے بڑا خریدار تھا، یہ جذبہ اس کے لئے توانائی کا سرچشمہ تھا، انمول شے تھا، وہ بھی اس جذبے کی توسیع اور اشاعت کے لئے ملک گیر سطح پر کام کر رہا تھا، ہندوؤں کو شہ ملی، وہ اس کے دست وبازو بن گئے۔

راجپال نے ستیارتھ پرکاش کی اشاعت سے

نفرت کا جو زہر پھیلایا تھا، اس نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔ اس نے ایک نہایت ہی خطرناک اقدام کیا، اس مرتبہ اس نے دنیا کی اہم ترین، عظیم ترین اور پاکیزہ ترین ہستی محبوب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ہدف بنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو رسوا کرنے کی غرض سے "رنگیلا رسول" کے ناپاک نام سے کتاب چھاپی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم محض بانی اسلام اور مسلمانوں کے پیغمبر ہی نہیں تھے بلکہ انسان دوستی، پیار، محبت ایثار و احسان، خیر، اخوت مساوات، عدل اور ایسے تمام اوصاف کے علمبردار تھے جو ہر انسان کو معاشرتی آداب کا خوگر بناتے، انہیں رواداری اور کشادہ دلی سے مل جل کر رہنے کی تعلیم و ترغیب دیتے ہیں، آدمی کا احترام بڑھاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تریسٹھ سال کی زندگی تاریخ کی درخشاں ترین مثال ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفرتوں سے پاک معاشرہ انسانیت کو دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکھڑ، جاہل، ہٹ دھرم، نفرتوں کی آگ میں جلنے جھلنے والے، وحشی انسانوں کو آداب حیات سکھائے، پھر وہی انسان مسلمان ہونے کے بعد دنیا جہاں میں پھیل گئے۔ ایسے اچھے انسان ثابت ہوئے کہ جہاں گئے وہاں بستیوں کی بستیاں ان کے حسن اخلاق دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئیں اور محبتوں کے سرچشمے پھوٹے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل اور مفید ترین ضابطہ حیات دیا، یہی نہیں بلکہ ایک ایک شق پر عمل کیا تاکہ آنے والی نسلیں جان لیں کہ اسلام سہولت اور سادگی کا بہترین نمونہ ہے، آسانی سے قابل عمل ہے۔ اس میں کوئی پیچیدگی نہیں، سچ کا راستہ ہے، خوشی اور خوشحالی کی ضمانت دیتا ہے، دین اور دنیا دونوں کا حسین امتزاج ہے، رہبانیت (ترک دنیا) کو رد کرتا ہے۔

دنیا کا کوئی مسلک، کوئی مذہب اسلام کی برابری نہیں کرتا، اس خوش اسلوبی سے زندگی اور معاشرے کے مسائل و معاملات حل نہیں کرتا جس خوش اسلوبی سے اسلام کرتا ہے۔

یہ کہنے کی بات نہیں۔ قرآن پڑھ لو، از خود پتہ چل جائے گا، اس کا مطالعہ کسی طبقے کے لئے مخصوص نہیں، قرآن کی تعلیم جمہور کے لئے ہے، جمہوریت سکھاتی ہے۔ یہ انسان کو طبقوں میں نہیں بانٹتی، اس کے آئین میں کوئی شخص مخصوص مراعات کا مستحق نہیں۔ حقوق و فرائض میں سب برابر ہیں۔ دنیوی اعتبار سے بندوں میں فرق ہے، دینی اعتبار سے نہیں۔ اسلام کی اخلاقیات میں دین ہی دراصل کارفرما ہے، دنیوی معاملات میں یہی اخلاقیات قابل اعتنا ہیں۔

رسول عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بے مثال، عظیم القدر ہستی کی شان میں گستاخی پوری انسانیت کے خلاف جرم کا ارتکاب ہے۔۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیجئے! آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ خالق اکبر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیج کر کتنا بڑا احسان کیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندگان خدا کو نیک و بد اور خیر و شر میں امتیاز کرنا سکھایا، ذات پات کی تمیز اور پروہت شاہی (Priesthood) نے جن لوگوں کو ذلیل و خوار و پامال کیا، انہیں بلند مرتبہ کیا۔ بلال حبشیؓ جیسے کروڑوں غلاموں کو برگزیدہ کیا، ان کو آقاؤں سے برتر مقام دیا، جنہیں اسلام کی اخلاقی اور روحانی تعلیم موافق نہ آئی، آج اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر میں اخوت و مساوات اور عدل و انصاف کے سلسلے میں جو شقیں پائی جاتی ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الوداعی خطبہ حج سے لی گئی ہیں۔ طلاق، بیوہ، نکاح، وراثت میں عورتوں کا حصہ اور ایسے کتنے ہی قوانین جو غیر مسلموں نے اپنائے اسلام سے لئے گئے۔ یہ قوانین ان کے یہاں موجود نہ تھے اور یوں ان کے معاشرے میں صدیوں سے مشکلات پیدا تھیں۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی بدولت غیر اسلامی معاشرے ان منصفانہ اور انسانیت پسندانہ قوانین کو اپنانے پر مجبور ہوئے۔

بہر حال آریا سماج جو صدیوں سے آنکھوں پر تعصب کی عینک چڑھائے ہوئے تھا، حضور کے آئین و قوانین کو سمجھے بغیر درپے آزار ہوا۔ لاہور دل آزاری کی مہم کا گڑھ بن گیا۔ راجپال پبلشر تحریک کا آلہ کار بنا، اس نے زندگی کا مشن بنایا کہ وہ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عمر بھر کتابیں چھاپتا رہے گا اور اس سلسلے میں بے دریغ پیسہ خرچ کرے گا۔ ستیارتھ پرکاش کے خلاف ایجی ٹیشن ہوا لیکن اس کے کان پر جوں نہ رینگی۔ راجپال کے تعاون سے پولیس کے ملازم منشی رام کو بڑی تقویت ملی جس نے ترک ملازمت کے بعد ترک دنیا کا ڈھونگ رچایا اور پھر دیکھتے دیکھتے "شریمان مہاتما منشی رام سورگ باشی سوامی شردھانند جی" بن گیا۔ وہ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لٹریچر شائع کرتا رہا۔ شکر الحمدللہ ایک مجاہد نے اسے واصل جہنم کیا، ان کا نام قاضی عبدالرشید (شہیدؒ) تھا۔

فرنگی آقا کے زیر سایہ انتہائی شرانگیز مہم چلتی رہی۔ اس کا سدباب نہ کیا گیا، ادھر لاہور میں راجپال اس مہم کا بڑا ستون تھا۔ ستیارتھ پرکاش ہی کچھ کم زہریلی کتاب نہ تھی کہ اس بدبخت نے ایک اور انتہائی دل آزاری کے اقدام کی ٹھانی۔ ایک اور زہریلی کتاب (رنگیلا رسول) چھاپ دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلم آزاری میں وہ منشی رام سے کم نہ تھا اور عقل سلیم سے یکسر عاری تھا۔

کیا عجیب ماحول تھا کہ غلام، غلام پر حملہ آور ہو رہا تھا، صرف اس لئے کہ آقا اس پر مہربان تھا۔ کوئی اخلاقی آئین، کوئی انسانی قانون، ہمسایہ پن کا کوئی رویہ، ہندو مسلم تحریک کا کوئی پہلو ان پر اثر نہ کر رہا تھا۔ آنکھیں بند کئے نفرتوں کی جوالا مکھی پر بیٹھا مذموم حرکتیں کر رہا تھا، وہ کسے خوش کر رہا تھا، بھگوان کو یا گمراہی پھیلانے والی تعصبات کی ماری شریمتی آریہ پرتی ندھی سبھا کو؟

قدرت اس نادان بداندیش پر ہنس رہی تھی، اسے خبر نہ تھی کہ ایک ان پڑھ مگر صداقت کا متوالا، اپنے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے انوٹ محبت کرنے والا، پردۂ غیب میں بے قرار ہے جو آن واحد میں اس کا قلع قمع کر دے گا۔ یہ عام انسانوں میں سے ایک گمنام انسان تھا، جو اپنے شاندار کارنامے کی بدولت دوام پا گیا، جس کا نام عدل و انصاف کی تاریخ میں درخشاں ہو گیا، زندہ و پائندہ ہو گیا، آج وہ میانی (لاہور) کے قبرستان میں آسودہ حیات ہے، ایک دنیا اس کے نام سے واقف ہے، یہ غازی علم الدین شہیدؒ ہے۔

غازی علم الدین ۴/ دسمبر ۱۹۰۸ء کو متوسط طبقے کے ایک شخص طالع مند کے گھر (لاہور) میں پیدا ہوئے، یہ ان کے دوسرے بیٹے تھے، نجاری پیشہ تھا، عزت سے دن گزر رہے تھے، ایسے نامور نہ تھے اپنے محلے تک ان کی شہرت محدود تھی یا پھر لاہور سے باہر جا کر کہیں کام کرتے تو محنت، شرافت اور دیانتداری کی بدولت مختصر سے حلقے میں اچھی نظر سے دیکھے جاتے۔ زندگی اس ڈھب کی تھی:

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

کوچہ چابک سواراں میں طالع مند اپنے اہل خانہ کے ساتھ امن و آشتی سے رہتے تھے، بڑے بیٹے

کی دل میں آرزو نہ تھی، اس دور میں لوگ اپنی قسمت آپ بنانے، تقدیر کا منہ چڑانے یا حالات کا پھندا گردن سے اتارنے، ...... راتوں رات لکھ پتی بننے کے آرزومند نہ ہوتے، نام طالع مند تھا، آبرومند تھے، ...... وہ اپنی محنتی سگھڑی بری بھلی زندگی پر قانع تھے اس میں ہلچل مچانے کا ارادہ نہ رکھتے تھے۔

اس دور میں دولت سے زیادہ عزت کی قدر کی جاتی، ان کی تو ایک ہی آرزو تھی کہ علم الدین بڑا ہو کر انہی جیسا سعادت مند، محنتی، دیانتدار اور نیک کاریگر ہو، گھر بسائے اور اچھا نام پائے، خدا اسے برائی سے بچائے، کسے خبر تھی کہ علم الدین بڑا ہو کر گھر کی اوقات بدل دے گا، اسے زمین سے اٹھا کر اوج ثریا پر لے جائے گا، محلہ چابک سواریاں کو تاریخ کا درخشان ستارہ بنادے گا، لاہور کو اس پر ناز رہے گا، لاہور کے ماتھے کا جھومر بن جائے گا۔

اس زمانے میں مسجد محلے کے بچوں کی ابتدائی درسگاہ تھی، اب وہ زمانہ نہ رہا تھا جب مسجد علم وعرفان کا بہت بڑا ذریعہ تھی، دینی اور دنیوی علوم کی تعلیم دی جاتی تھی، یہاں بڑے بڑے علماً سائنسدان یہیں سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے تھے، اب تو یہی غنیمت تھا کہ بچے بچیاں مسجد میں آ کر قرآن پڑھتی تھیں، بعض مساجد میں درس قرآن وحدیث بھی دیا جاتا تھا، مسئلے مسائل بیان کئے جاتے تھے، انگریزی تعلیم کے لئے دوسرے مدرسے تھے، پرائمری تک مفت تعلیم کا نہایت معقول بندوبست تھا، اس سے آگے سرکاری و غیر سرکاری درس گاہیں تھیں، تعلیم بہت سستی تھی، اساتذہ بڑے پڑھے لکھے، ہمدرد اور فرض شناس ہوتے تھے۔

طالع مند نے اپنے بیٹے کو بھی مسجد میں بھیجا تاکہ قرآن مجید پڑھیں، علم الدین نے کچھ دن وہاں گزارے، تعلیم حاصل کی لیکن وہ زیادہ تعلیم نہ پا سکے، قدرت کا کوئی راز تھا ان سے ایسا کام لیا جانا تھا جو عمل کی دنیا میں تعلیم سے بڑھ کر تھا بلکہ تعلیم کا مقصود تھا، ان میں منجانب اللہ ایسا جوہر مخفی تھا جس کی بیچے کو خبر نہ تھی لیکن اس جوہر نے آگے چل کر وہ کام کر دکھایا جس سے انہیں "تب وتاب جاودانہ" میسر آئی، اس کام کا کوئی بدل نہ تھا۔

طالع مند اعلیٰ پایہ کے ہنرمند تھے، وہ علم الدین کو گاہے بگاہے اپنے ساتھ کام پر لاہور سے باہر بھی لے جاتے، بڑا بیٹا محمد دین تو پڑھ لکھ کر سرکاری نوکر ہو گیا لیکن علم الدین نے موروثی ہنر ہی سیکھا۔

محمد دین اور علم الدین میں بڑا پیار تھا، علم الدین والد کے ساتھ کبھی باہر جاتا تو محمد دین کو قلق ہوتا، ایک مرتبہ تو ایسا ہوا کہ محمد دین نے علم الدین کے بارے میں خواب پریشان دیکھا۔ علم الدین والد کے ساتھ سیالکوٹ گیا ہوا تھا، محمد دین بے چین ہوا اور چھوٹے بھائی کی خیریت معلوم کرنے سیالکوٹ پہنچا، دونوں بھائیوں کی باہمی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب محمد دین اپنے والد کے ٹھکانے پر پہنچا تو علم الدین چارپائی پر بیٹھا تھا، اسے دیکھتے ہی علم الدین اچھل پڑا۔

"شدت جذبات سے دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے، ایک عرصہ بعد دونوں بھائی ملے تھے، نجانے کتنی دیر تک وہ ایک دوسرے سے بغلگیر رہے کہ طالع مند نے محمد دین کو بیٹھ جانے کو کہا۔"

محمد دین نے خواب میں علم الدین کو زخمی ہوتے دیکھا تھا، خواب کتنا سچا نکلا، علم الدین واقعی زخمی ہوئے تھے، ہاتھ پر پٹی بندھی تھی، شیشہ لگا تھا، ہاتھ زخمی تو ہوا لیکن زخم گہرا نہ تھا۔

اگلے روز محمد دین لاہور آ گئے۔

علم الدین والد کے ساتھ رہتے، والد کا ہاتھ بٹاتے اور کام سیکھتے، اہل خانہ سمجھ گئے کہ علم الدین نجار بنیں گے اور نجاری ہی کو ذریعہ معاش بنائیں گے۔ اناڑی تھے، جبھی تو ہاتھ زخمی کر بیٹھے ویسے تیز دھار اوزاروں سے کام کرنے اور سیکھنے میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔

طالع مند بھی بیکار نہ رہتے، لاہور میں کام کرتے، لاہور سے باہر بھی جاتے، جہاں کام کرتے، نیک نامی سے کرتے، اپنے مالکوں سے صرف بسولے اور رندے کے حوالے سے تعلق قائم نہ کرتے بلکہ انسانی ہمدردی کا رشتہ قائم کرتے جس کی وجہ سے لوگ ان سے محبت کرتے، ان کی عزت کرتے۔

علم الدین کا گھر پرانی وضع کا تھا، جہاں وہ والدین کے زیر سایہ تربیت پا رہے تھے۔ گھر سے عزت اور شرافت کا سبق لیا۔ وہیں دیانتداری کی خو پائی۔ گھر ہی درسگاہ ٹھہری جہاں سے کتابی علم تو نہ ملا لیکن اس کی روح جذب کی، اس کی غایت جانی پہچانی، علم تو اس کے نام کا حصہ تھا، وہ اعلیٰ درجے کا انسان بن رہے تھے۔

علم را برتن زنی مارے بود
علم راہ بر دل زنی یارے بود

گھر کے شریفانہ ماحول میں ڈھل گئے، والد کی صحبت میں رہ کر معلوم ہوا کہ بندہ وہ ہے جو دوسروں کے کام آئے۔ ایثار اور احسان زندگی کا بنیادی عنصر ہے، خلوص سے پیش آئے، اس کا صلہ کسی نہ کسی شکل میں بندے کو مل جاتا ہے۔

علم الدین نے بچپن ہی میں بعض ایسے واقعات دیکھے جن کے نقوش ان کے دماغ پر ثبت ہوئے اور ان کی کردار سازی میں کام آئے۔

ایک سال والد کے ساتھ کوہاٹ میں رہے۔

یہ علاقہ غیور اور بہادر پٹھانوں کا ہے، تب یہاں بارہ قسم کی کوئی چیز نہ تھی۔ یہ اچھے، بہت ہی اچھے لوگوں کا ڈیرہ ہے، پٹھانوں کا یہ وصف ہے کہ جوان سے نیکی کرے وہ اسے بھلاتے نہیں، یاد رکھتے ہیں، بڑے بے تمیز طبع اور متواضع لوگ ہیں، محسن کو قرار واقعی صلہ دیتے ہیں، جان تک نثار کر دیتے ہیں، یہی ان کی زندگی ہے، یہی دستور حیات ہے۔

علم الدین نے پٹھانوں کی اعلیٰ صفات کا بہ نفس نفیس مطالعہ کیا، والد نے کوہاٹ جا کر رہنے کے لئے مکان کرائے پر لیا، جس کا مالک اکبر خان پٹھان تھا، کام کے لئے گھر سے باہر جاتے، ایک دن روشن خان نامی ایک شخص کے گھر پر کام کرنے گئے، کام میں مصروف تھے کہ کسی نے آ کر بتایا کہ ان کے مالک مکان اکبر خان کا بھائی سے جھگڑا ہوا ہے: "اس کا بھائی شدید زخمی ہو گیا ہے اور اس کی رپورٹ پولیس نے اکبر خان کو گرفتار کر لیا ہے۔"

اکبر خان کی خبر سنتے ہی طالع محمد نے کام چھوڑا اور اکبر خان کی مدد پر جانے کو تیار ہو گئے۔

روشن خاں حیران ہوا کہ یہ پردیسی پنجابی روزی چھوڑ کر پٹھان کی مدد کو جا رہا ہے، اس نے پوچھا: تمہاری اس کے ساتھ کوئی رشتہ داری ہے جو یوں کام چھوڑ کر جا رہے ہو؟

طالع مند نے کہا:

میں اس کا کرایہ دار ہوں، وہ میرا محسن ہے، اگر خوشی کے وقت وہ مجھے نہیں بھول سکتا تو پھر میں مصیبت کی گھڑی میں اس کی خبر کیوں نہیں لے سکتا؟

روشن خان پردیسی کے جواب سے بہت متاثر ہوا، وہ بھی ساتھ چل دیا اور دونوں کی کوشش سے اکبر خان پولیس کی گرفت سے چھوٹ گیا، اس واقعہ کا اکبر خان پر یہ اثر ہوا کہ طالع مند کی ضد اور اس کے اصرار کے باوجود اکبر خان نے ایک سال تک کے قیام میں طالع مند سے کرایہ وصول نہیں کیا، یہی نہیں بلکہ واپس لاہور آنے کا ارادہ کیا تو اکبر خان نے پیار کی نشانی کے طور پر باپ بیٹے کو ایک ایک چادر دی۔

تب آج سے کہیں زیادہ پنجابی اور پٹھان

آپس میں پیار کرتے تھے۔ شرافت، خلوص، ایثار اور محبت کا دریا بہتا تھا، جس کے پانی سے لوگ غسل صحت کرتے تھے۔ علم الدین کی آبیاری بھی اسی سرچشمہ حیات سے ہو رہی تھی۔

زندگی امن اور چین سے گزر رہی تھی، بڑے بھائی کی شادی ہو چکی تھی، اب علم الدین کی باری تھی چنانچہ ماموں کی بیٹی سے منگنی ہو گئی، شادی کی طرف یہ پہلا اقدام تھا۔

علم الدین کو گھر اور کام سے سروکار تھا، باہر جو طوفان برپا تھا اس کی خبر نہ تھی۔ اس وقت انہیں یہ بھی علم نہ تھا کہ گندی ذہنیت کے شیطان صفت راجپال نامی بدبخت نے نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ایک دل آزار کتاب "رنگیلا رسول" شائع کر کے کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے۔"

وہ سیدھے سادھے مسلمان یعنی انسان تھے، باہر تو اور بھی کئی طوفان اٹھ رہے تھے، ہندو مسلم اتحاد زندہ باد، انقلاب زندہ باد، فرنگی راج مردہ باد اور اسی نوع کے فلک شگاف نعرے رات دن گونج رہے تھے، ادھر اس سب کو تہس نہس کرنے کے لئے راجپال نے نفرتوں اور کراہتوں سے لدا پھندا طوفان برپا کر دیا تھا۔ اس طوفان بدتمیزی سے ہندو آپس میں بٹ گئے، مسلم دشمن ایک طرف ہو گئے، عدل و انصاف کے پرستار اور ہندو مسلم اتحاد کے طلب گار دوسری طرف ہو گئے، ثانی الذکر کی تعداد کم تھی چنانچہ ان کی دال نہ گل رہی تھی۔

اب تو علم الدین کے دل میں بھی طوفان برپا ہوا جس نے ایک دم ان کی سوچ ہی بدل دی۔ شاید ان کی گھریلو تعلیم و تربیت کا یہی نتیجہ تھا۔ علم الدین کی سرفرازی اور ان کے گھرانے کی سربلندی کا وقت آ گیا تھا۔ قدرت کو اسی گھڑی کا انتظار تھا، وقت نے انہیں اسی کے لئے تیار کیا تھا، انہوں نے امن و سکون سے جو بیس سال گزارے وہ اب زندگی کے نئے موڑ پر آ گئے، ہوا کا رخ بدل گیا، یہی نہیں بلکہ ہوا طوفان خیز ہو گئی۔

حکومت کو راجپال کے خلاف مقدمہ چلانے کو کہا گیا، مقدمہ چلا لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ عبدالعزیز اور اللہ بخش کو الجھا کر سزا دی گئی۔ الٹا چور سرخرو ہوا اور کوتوال ان کے ساتھ مل گیا۔ اخبارات چیختے چلاتے، راجپال کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کرتے، جلسے ہوتے، جلوس نکلتے لیکن حکومت اور عدل و انصاف کے کان بہرے ہو گئے۔

مسلمان دل برداشتہ تو ہوئے لیکن سرگرم عمل رہے، دلی دروازہ سیاسی سرگرمیوں کا گڑھ تھا۔ یہاں سے جو آواز اٹھتی پورے ہند میں گونج جاتی۔ وہ دور ہی ایسا تھا، دلی دروازہ اور موچی دروازہ میں ہر دم جوالا مکھی سلگتی رہی۔ آتش نفس مقرر انہیں ہوا دیتے رہے۔ یہ باکمال مقرر زندگی کو موت سے لڑا دیتے۔ زندگی دیوانہ وار موت کے گلے پڑ جاتی۔ لوگ سود و زیاں سے بالاتر ہو جاتے اور بے دریغ جانوں پر کھیل جاتے۔ راجپال کا معاملہ اتنی اہمیت اختیار کر گیا تھا کہ دلی دروازے کے باغ میں اس کا ذکر لازم ہو گیا۔

"علم الدین حالات سے بے خبر تھے، ایک روز حسب معمول کام پر گئے ہوئے تھے، غروب آفتاب کے بعد گھر واپس جا رہے تھے تو دلی دروازے میں لوگوں کا ایک ہجوم دیکھا، ایک جوان کو تقریر کرتے ہوئے دیکھا تو رکے، کچھ دیر کھڑے سنتے رہے لیکن ان کے پلے کوئی بات نہ پڑی، قریب کھڑے ایک صاحب سے انہوں نے دریافت کیا تو انہوں نے علم الدین کو بتایا کہ راجپال نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کتاب چھاپی ہے، اس کے خلاف تقریریں ہو رہی ہیں۔"

(نگینہ ص ۲۰)

وہ دیر تک تقریریں سنتے رہے، پھر ایک اور مقرر آئے جو پنجابی زبان میں تقریر کرنے لگے یہ علم الدین کی اپنی زبان تھی جس کی تربیت گھر سے ملی تھی، اردو کی تعلیم مدرسے سے ملتی تھی، مدرسے وہ گئے ہی نہیں۔ پنجابی تقریر اچھی طرح ان کی سمجھ میں آئی، جس کا ماحصل یہ تھا کہ راجپال نے کتاب چھاپی ہے، جس میں ہمارے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے اور نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں۔ راجپال واجب القتل ہے، اسے اس شرانگیز حرکت کی سزا ضرور ملنی چاہئے۔

علم الدین کی زندگی کے تیور ہی بدل گئے، پڑھے لکھے نہ تھے، سیدھے سادھے مسلمان تھے اور کچھ نہ سہی، کلمہ تو انہیں آتا تھا، یہی بہت بڑا سرمایہ حیات تھا ان کے لئے، کلمے میں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ایک سانس میں لیتے تھے، یہی دو سہارے وہ محور تھے ان کی سوچ کے۔

جب جہاد باللسان اور جہاد بالقلم سے کام نہ بنے تو پھر جہاد بالسیف ہی سے قضیہ نمٹتا ہے۔ علم الدین بچارے کے پاس اس سلسلے میں لسان اور قلم کہاں سے آئے؟ تقریر کر سکتے نہ لکھے پڑھ سکتے لیکن ان کے ہاتھ میں وہ خوبی تھی، وہ ہنر تھا جس نے جہاد بالسیف کا راستہ ہموار کیا، آسان کیا، اس کے پیچھے وہ شدید اور گراں قدر جذبہ تھا جو شر کو مٹانے کے لئے حرکت میں آیا۔

انہوں نے راجپال کو اس کی شرارت بلکہ شرانگیزی کی سزا دینا ضروری سمجھا۔

دلی دروازے کے باغ سے آتش نوا مقرروں کی تقریریں سن کر دیر سے گھر آئے تو طالع مند (والد) نے پوچھا:

دیر سے کیوں آئے؟

تو انہوں نے جلسے کی ساری کارروائی بیان کی۔ راجپال کی حرکت کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ جلسے میں اسے واجب القتل قرار دیا گیا ہے۔

طالع مند بھی سیدھے سادھے کلمہ گو تھے، ہر مسلمان کی طرح انہیں بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی گوارا نہ تھی۔ انہوں نے بھی اس بات کی تائید کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر حملہ کرنے والے بداندیش کو واصل جہنم کرنا چاہئے۔

یوں علم الدین کو گویا گھر سے بھی اجازت مل گئی اور دشمن کا کام تمام کرنے کے خیال کو تقویت پہنچی۔ علم الدین کے دل میں جو بھانبڑ مچا تھا اس کی خبر کسی کو نہ تھی۔

وہ اپنے دوست شیدے سے ملتے، راجپال اور اس کی کتاب کا ذکر کرتے، ان دونوں کو چہ بازار میں ہر جگہ یہی موضوع زیر بحث آتا۔ جہاں دو بندے اکٹھے ہوئے، راجپال کی حرکت پر تبادلہ خیال شروع ہو گیا۔ فرنگی کی جانبداری، مجرم کو کھلی چھٹی دینے اور مسلمانوں کو جبر و تشدد کا نشانہ بنانے کا تذکرہ ہوتا، مسلمانوں کی تاریخی رواداری اور غیر مسلم ہمسایوں سے حسن سلوک کی باتیں ہوتیں، رات دن یہی ہوتا، باقی تمام موضوع اس موضوع میں دب کر رہ گئے، ذکر خدا اور ذکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اولیت حاصل نہ ہو تو اور کس موضوع کو ہو؟

شیدا اچھا لڑکا تھا لیکن ایک بھلے آدمی نے طالع مند کے دل میں شک بٹھا دیا کہ وہ آوارہ ہے، علم الدین کی اس سے دوستی ٹھیک نہیں۔ طالع مند نے بیٹے کو سمجھایا لیکن بات نہ بنی، علم الدین کا یہی ایک نوجوان مزاج آشنا تھا، اسی کے ساتھ علم الدین گھومتے پھرتے۔

تحریر: مولانا محمد علی صدیقی، گولارچی

آہ! ملک محمد افضل صاحب

المعروف "چاچاجی"

15/ اپریل 2001ء کو چھوٹے بھائی جمال عبدالناصر شاہد نے فون پر اطلاع دی کہ پیر و مرشد حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی کے چھوٹے بھائی ملک محمد افضل صاحب انتقال کر گئے، عجیب کیفیت ہوگئی، موت سے کسی کو مفر نہیں، مگر کانوں کو اور دل کو یقین نہیں آرہا تھا دل کہتا تھا کہ اللہ کرے یہ افواہ ہو، لیکن جب حضرت کے پاس خانقاہ سراجیہ فون کیا، میرے استاد محترم بھی اور مخلص و مشفق مربی حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب سے بات ہوئی تو پھر اس تصدیق پر دل کو بات ماننی پڑی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے بتایا کہ واقعی ملک محمد افضل صاحب کا انتقال 11/ اپریل 2001ء بروز بدھ ہارٹ اٹیک ہونے پر ہوا ہے، اور خانقاہ سراجیہ کندیاں احاطہ قبرستان جہاں قطب عالم بانی خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب اور حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم سپوت مدفون ہیں، سپرد خاک کردیا گیا۔ واقعی ملک صاحب عظیم انسان تھے اور عظیم لوگوں کے ساتھ زندگی میں ان کی رفاقت تھی اور عظیم لوگوں کے ساتھ مدفون ہوئے اور انشاء اللہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی صف میں ہوں گے۔

ملک محمد افضل صاحب مرحوم میرے شیخ و مربی میرے امیر حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب مدظلہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت اقدس دامت برکاتہم کل چار بھائی تھے، جن سے دو کافی عرصہ قبل فوت ہوچکے تھے ان کے بعد ملک صاحب مرحوم حضرت اقدس دامت برکاتہم کے غم خوار بھائی تھے۔ جہاں ملک صاحب مرحوم حضرت اقدس مدظلہ سے برادرانہ رشتہ تھا وہاں عقیدت و احترام بھی اسی انداز میں تھا جیسے ایک مرید کا اپنے پیر و مرشد کے ساتھ ہوتا ہے۔ حضرت اقدس مدظلہ العالی جناب ملک صاحب مرحوم سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے تھے، ملک صاحب مرحوم حضرت اقدس مدظلہ کے بھائی تھے وہاں حضرت اقدس مدظلہ العالی کے صاحبزادگان حضرت عزیز احمد مدظلہ اور بھائی رشید احمد مدظلہ سسر بھی تھے۔

ملک صاحب مرحوم مرنجان مرنج شخصیت کے مالک تھے، تمام طبقات کے احباب خواہ وہ مذہبی حلقہ ہو یا سیاسی حلقہ، علمأ کرام کا حلقہ ہو، یا طلبہ کا ہر ایک کی نظر میں مرحوم قابل احترام شخصیت تھے۔ طلبہ کرام سے جو مرحوم ملک صاحب کو محبت تھی، اس کی مثال قابل بیان نہیں۔ ملک صاحب کے دل میں طلبہ کا انتہائی احترام تھا کہ خانقاہ سراجیہ جیسی جگہ کے عظیم سپوت ہوتے ہوئے، آج تک کوئی طالب علم جو خانقاہ سراجیہ میں پڑھا ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ ملک صاحب مرحوم نے مجھ پر سختی کی۔ 1980ء کے اختتام پر والد بزرگوار (ڈاکٹر دین محمد فریدی) راقم کو مدرسہ میں داخل کرانے کے لئے خانقاہ سراجیہ لے کر حضرت مدظلہ کی خدمت میں پیش کیا، جب ہم خانقاہ سراجیہ پہنچے، دوپہر کا کھانا کھایا، ظہر کی نماز پر حضرت اقدس مدظلہ گھر سے تشریف لائے تو حضرت اقدس مدظلہ کے ہمراہ ایک بارعب اور پیاری سی پرکشش شخصیت اور بھی تھی، جن کو دیکھا جب تعارف ہوا تو والد صاحب نے بتایا کہ یہ ملک محمد افضل صاحب ہیں ان کو پوری خانقاہ سراجیہ کے متوسلین حضرت اقدس مدظلہ العالی کے بھائی ہونے کے ناطے "چاچاجی" کہتے ہیں۔ پھر چاچاجی مرحوم سے تعلقات گہرے ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ جب راقم 1990ء میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوا، ملک صاحب مرحوم سے بغکر ملاقات ہوئی بہت دعائیں دیں اور جیسے حضرت اقدس مدظلہ نے شروع میں ہی عقیدۂ ختم نبوت کے لئے کام کرنے کا فرمایا میرے چاچاجی نے بھی فرمایا:

"بس مجلس تحفظ ختم نبوت کے رکن بن جاؤ اور زندگی اس مشن اور جماعت کے لئے وقف کردو۔"

راقم مجلس کا کارکن تو پہلے سے ہی تھا یہ مشن تو والد صاحب کی طرف سے گھٹی میں ملا ہوا ہے اور جہاں میرے پیر و مرشد حضرت اقدس مدظلہ کی شفقتیں، اس مجھ پر تھیں وہاں چاچاجی کی پیار بھری باتیں میری مزید ہمت بندھاتی تھیں اور پھر راقم تو آج مجلس کا کام کرتے ہوئے تقریباً بارہ سال ہونے کو ہیں، جب بھی ملے خیریت پوچھی پھر جماعتی کام کا پوچھا اتنی دعائیں دیتے اور ختم نبوت کے کام کرنے پر اتنے خوش ہوتے ہائے میرے لئے اور مجلس کے لئے دنیا میں دعائیں کرنے والے ہمارے چاچاجی اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ گئے اب ہم ان کے لئے یہاں دنیا میں دعا گو ہیں۔ والد صاحب ضلع میانوالی کے قصبہ ہرنولی میں گمنامی کی زندگی گزار رہے تھے، خانقاہ سراجیہ کے تعلق نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علمأ اسلام سے وابستہ کردیا اور اس میں بھی جناب ملک صاحب مرحوم کا کردار اہم ہے کہ 1970ء میں ایوب خان دور میں صوبائی اسمبلی کا الیکشن اس حلقہ سے لڑا اور ہرنولی اور مضافات میں والد صاحب کے ہمراہ پیدل چل کر کام کیا اور پھر 1972ء میں والد صاحب حضرت اقدس مدظلہ کے حکم پر دلیوالہ کے قریب ایک چک نمبر R-M-K 4 قادیانیوں کے تعاقب میں

آئے، یہاں بھی ملک صاحب نے خوب سرپرستی فرمائی۔ ۱۹۸۸ء میں بکھر منتقل ہوئے تو جناب ملک صاحب مرحوم نے والد صاحب کو کہا کہ آپ صرف اور صرف بکھر شہر میں قادیانیت کا تعاقب کریں اور جب کچھ دنوں بعد بکھر سے دو قادیانی شعائر اسلام غلط استعمال کے جرم میں گرفتار ہوئے تو حضرت اقدس مدظلہ العالی خانقاہ سراجیہ میں بیٹھ کر اور ملک صاحب مرحوم نے بکھر تشریف لاکر خوب حوصلہ افزائی فرمائی۔

موت ایک یقینی امر ہے، اس سے کون انکار کرسکتا ہے، لیکن خانقاہ سراجیہ کا ہر فرد بشمول ملک صاحب مرحوم اپنی ذات میں ایک انجمن تھے اور پھر کچھ حضرات تو ایسے ہوتے ہیں ان کی جدائی ہر وقت غم کو تازہ کرتی رہتی ہے، اسی طرح مجھے چار احباب کا غم خانقاہ سراجیہ میں دیکھنا پڑا پہلا بانی خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت صاحبزادہ محمد عارف صاحبؒ کا دوسرا حضرت ثانی محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو حضرت مولانا احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے، ان کے صاحبزادہ محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بہت سی خوبیوں کے مالک تھے ان کا اور حضرت صاحبزادہ محمد عابد صاحب کی جدائی کے صدمہ نے تو مجلس کو بھی یتیم بنادیا تھا۔ تیسرا غم خانقاہ سراجیہ کے متوسلین کی روحانی والدہ محترم محمد سعید احمد اور نجیب احمد صاحب کی والدہ محترمہ جو حضرت بانی خانقاہ سراجیہ کی پوتی بھی تھیں اور اب چوتھا صدمہ ملک محمد افضل صاحب مرحوم کا۔ صاحبزادہ محمد عارف صاحبؒ، صاحبزادہ محمد عابد صاحبؒ اور ملک محمد افضل صاحب، ان کے بارے میں ہی شاید شاعر کا یہ شعر ہے:

بجھا چراغ ابھی بزم کہل کے رو اے دل
وہ لوگ چل بسے جنہیں عادت تھی مسکرانے کی

جیسے ہی ملک صاحب کے انتقال کی خبر گولارچی پہنچی تو تمام جماعتی احباب نے ملک صاحب کے بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی۔ مدرسہ دارالہدیٰ گولارچی میں ختم قرآن کی ایک تقریب ہوئی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے احباب حکیم مولوی محمد عاشق نقشبندی، حکیم محمد سعید انجم، محمد زاہد آرائیں، مولانا عبدالخبیر ہزاروی، سید علی حیدر شاہ، ملک لطف خان، حاجی ولی محمد آرائیں، چوہدری محمد رفیق آرائیں، حاجی حمید اللہ خان اور سینکڑوں مجلس تحفظ ختم نبوت کے اراکین خصوصاً کچھ عرصہ قبل قادیانیت سے تائب ہونے والے نومسلم محمد اکرم جٹ نے بھی ملک صاحب مرحوم کے لئے بلندیٔ درجات کی دعا کی۔ اسی طرح میر پور خاص میں مولانا فیض اللہ صاحب، امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، مولانا مفتی عبیداللہ انور، مولانا مفتی منیر احمد طارق، مولانا محمد راشد اکبر، مولانا شبیر احمد کرنالوی، حافظ محمد یامین اور مدرسہ مدینۃ العلوم اور مدرسہ قاسم العلوم میر پور خاص میں قرآن خوانی اور دعا ہوئی۔ ڈگری میں حافظ غلام غوث، حافظ محمد طاہر، مولانا حفیظ الرحمٰن، مولانا احتشام الحق خیری، جھڈو میں حافظ محمد شریف صاحب، حافظ عبدالعزیز صاحب، جناب منور علی راجپوت، حافظ عبدالعزیز کبوہ، حافظ محمد نسیم اور اسی طرح عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کنری کی جامع مسجد بخاری میں ایک تقریب ہوئی۔ مولانا عبدالستار صاحب، مولانا عبدالغفور صاحب، حافظ محمد شوکت صاحب، ماسٹر عبدالواحد صاحب، محمد حنیف مغل صاحب اور دیگر افراد نے بلندیٔ درجات کے لئے دعائیں کیں۔ حیدرآباد میں مولانا محمد نذر عثمانی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مدارس میں جاکر حضرت اقدس کے چھوٹے بھائی ملک محمد افضل صاحب کے لئے بلندیٔ درجات کی دعا کرائی۔ خصوصاً مدرسہ مفتاح العلوم اور ٹنڈو آدم میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما علامہ احمد میاں حمادی صاحب نے اس بات کا اہتمام کیا۔ خیر پور میرس، نواب شاہ تھرپارکر میں مولانا خان محمد صاحب مبلغ ختم نبوت اور سکھر میں مولانا قاری خلیل احمد، مولانا محمد حسین ناصر مبلغ ختم نبوت نے اس کام کا اہتمام کیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے احباب اور خانقاہ سراجیہ کے تمام متوسلین غمزدہ ہیں اور سب کے سب تعزیت کے لائق ہیں۔ بہرحال اس کے ہوتے ہوئے راقم اور راقم کے تمام دوست احباب حضرت اقدس پیر و مرشد و امیر حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ العالی اور صاحبزادہ عزیز احمد، خلیل احمد، میاں رشید اور سعید احمد، نجیب احمد، محمد حامد اور ملک صاحب کے بڑے بیٹے محمود اور ان کے چھوٹے بھائیوں اور ملک صاحب کے بھتیجے ملک بشارت احمد کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور ملک صاحب مرحوم کے لئے بلندیٔ درجات کی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ملک صاحبؒ کو کروٹ کروٹ سکون نصیب کرے۔ (آمین)

بقیہ: مسیحیت سے اسلام تک

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔"

"علی محمد فہمی عبدہ" کہتے ہیں کہ ابھی میں بچوں کی پرورش اور تربیت کے بارے میں فکر مند ہی تھا کہ اللہ نے میری زندگی میں ایک مسلمان دیندار عورت کو شریک حیات بناکر داخل کردیا اور زندگی کے مصائب کے سامنے کے لئے ایک بہترین ساتھی دے دیا۔ وہ بچوں کو الفت و محبت اور ممتا کے علاوہ اسلامی اخلاق و کردار سے مزین کررہی ہے' بے شک اللہ نے میری سابقہ بیوی سے بہتر بیوی' رضاعی بہنوں سے بہتر بہنیں اور جس ماں نے مجھے دودھ پلایا ہے ان سے مشفق ماں اور والدین کے گھر سے زیادہ پرسکون اور اچھا گھر مجھے عطا فرمایا اس کے لئے پروردگار کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔

بقیہ: مولانا محمد منیر الدینؒ

اللہ پاک موت تک کی زندگی نفع رسانی میں گزاریں گے۔

سلسلہ قادریہ حضرت استاد مولانا محمد قمر صاحب سواتی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوا، اس سلسلے میں میں آپؒ نے مجاز خلیفہ بنایا اور سلسلہ نقشبندیہ حضرت مولانا عبدالمالک صدیقیؒ سے اکتساب فیض کیا۔ سلسلہ چشتیہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن کیمل پوریؒ سے سفر سلوک طے کیا۔

میری ساری زندگی الحمدللہ دینی کتب کی تدریس میں گزری اس وقت چونکہ نظر کافی کمزور ہے تو صرف مشکوٰۃ شریف بذریعہ حفظ کے پڑھا رہا ہوں۔

ابتدائی دور میں بلوچستان میں چونکہ جمعیت علماء اسلام کو خاطر خواہ پذیرائی حاصل نہیں تھی تو حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے اس صوبے کے لئے مجھے جمعیت کا امیر چن لیا، جب جمعیت صوبے میں متعارف ہوئی تو تشکیل ہو کر جمعیت کا امیر کسی اور کو چن لیا گیا۔

بعدازاں ختم نبوت کے پروانوں نے مجھے صوبے میں ختم نبوت کا امیر چن لیا اور تا حال میں ختم نبوت کا صوبائی امیر ہوں۔ سلسلہ بیعت بھی نقشبندیہ اور قادریہ میں جاری ہے الحمدللہ! سینکڑوں لوگ اس سلسلے میں داخل ہو چکے ہیں اور چند علماء حضرات کو خلافت بھی دی ہے کچھ ضلع سوات میں اور کچھ صوبہ بلوچستان میں۔

اس وقت یعنی ۱۹۹۹ء/۲۰فروری میری عمر ۸۲ سال ہے اللہ پاک سے دعا ہے کہ بقایا عمر میں بھی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو مجھ سے فائدہ پہنچائے اور میرا خاتمہ کامل ایمان پر کردے۔

(اللھم اغفر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

اور شہادت فی سبیل اللہ کی انتہائی آرزو ہے اللہ پاک نصیب فرمائے۔ اللھم آمین یا رب العالمین۔

فقط

بندہ محمد منیر الدین عفی عنہ

بقیہ: اسماء الحسنیٰ

والا اپنے سسکتے اور بلکتے بچے کی دوا اور علاج معالجہ کرنے سے قاصر ہے، کتنے غریب اور نادار دیہاتی محنت کشوں نے اپنے بچوں کو اسکول کی تعلیم دلوانے سے اس لئے روک دیا ہے کہ نچلی قسم کے اساتذہ، اخلاص سے گری ہوئی تربیت دیتے ہیں اور بچوں کے اخلاق و کردار سازی کے بجائے کردار کشی کرتے ہیں۔

شہروں سے قطع نظر کتنے دیہاتی تعلیم یافتہ نوجوان جن کے ماں باپ نے انتہائی محنت و مشقت اور مزدوری کر کے اپنے عزیزوں کو تعلیم دلوائی، وہ نوجوان آج دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں یا پھر مقتدر طبقہ کے جائز و ناجائز کام سرانجام دے رہے ہیں یا پھر جاگیرداروں کے کتوں کی رکھوالی کرنے میں اپنی صلاحیتیں ضائع کر رہے ہیں۔ آخر اس سب کچھ کا ذمہ دار کون ہے؟

ذاتی مفادات سے ہٹ کر ملکی و قومی مفادات میں نوجوان کی صلاحیتیں صرف کرنے کا ذمہ دار کون ہے؟ اصحاب اقتدار یا نادار؟ ملک میں لوٹ کھسوٹ، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری اور دولت کے چند ہاتھوں میں گردش کے ذمہ دار کون ہیں؟ فحاشی اور عریانی اور بازاروں میں ننگے سر چلنے والی قینچیوں کی سر ڈھانپنے کا ذمہ دار کون ہے؟

خدارا! کچھ سوچئے، نہ صرف سوچئے بلکہ ملک میں تمام مفاسد کے سدباب کا اہتمام کر کے قیام پاکستان کے مقاصد کو پورا کیجئے:

ہم نے دیکھے ہیں زمانے میں بہت انقلاب
اہل دولت سے کہو اتنا نہ اترایا کریں

پس غلبہ اور عزت تو اس اللہ رب العزت کے لئے ہے جو حقیقی اقتدار اعلیٰ کا مالک ہے، چند روزہ اقتدار کے نشہ میں مخمور نہ ہو جاؤ ورنہ:

"داستاں تک نہ ہوگی تمہاری داستانوں میں"

اگر قیام و استحکام امن کے لئے قرآن و سنت کی بالادستی قائم کرو گے تو پھر اللہ رب العزت جو کہ "العزیز" ہے وعدہ ہے کہ:

"تم ہی غالب رہو گے بشرطیکہ تم مؤمن ہو"

(صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ وبارک وسلم)

روضہ اطہر کے سامنے

میں نہیں جاؤں گا تیرا در چھوڑ کر
کیوں اندھیروں میں بھٹکوں سحر چھوڑ کر

سن کے قال النبیؐ غیر کی کیا سنوں
لوں کیوں کنکر میں، لعل و گہر چھوڑ کر

اور ایک حسرت ہے اللہ جو پوری کرے
تیرے در پہ رہوں اپنا گھر چھوڑ کر

میرے ہر دکھ کا مداوا تیرے پاس ہے
جاؤں کیوں تجھ سا میں چارہ گر چھوڑ کر

تم ادھر سے مدینے مجھے لے چلو
بے شک آ جانا مجھ کو ادھر چھوڑ کر

خیر کی زندگی کر سکے گا بسر؟
کیسے خیر البشرؐ کو بشر چھوڑ کر

تیرے یاروں کا سایہ سکوں بخش ہے
دھوپ میں کیوں جلیں ہم شجر چھوڑ کر

بو حنیفہؒ کی تقلید میں ہے مزہ
کون پتے چبائے ثمر چھوڑ کر

کیسے گیلانی دنیا کو منزل ملے
میرے سرکار سا راہبر چھوڑ کر

(سید امین گیلانی)

REGD. NO. SS-160

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت کے زیرِ اہتمام

سولہویں سالانہ عظیم الشان

ختمِ نبوّت کانفرنس برمنگھم

۵ اگست ۲۰۰۱ء بروز اتوار بمقام جامع مسجد برمنگھم ۱۸۰ ابیلگر یو روڈ برمنگھم
صبح ۹ تا شام ۷ بجے

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت

کانفرنس کے چند عنوانات

- مسئلہ ختم نبوّت
- حیات و نزولِ عیسیٰ علیہ السلام
- مسئلہ جہاد
- قادیانیت کے عقائد و عزائم
- مرزائیوں کی اسلام دشمنی اور اُن کی دہشت گردی

کانفرنس میں جوق در جوق شرکت فرما کر ثابت کریں کہ ہم قادیانیت کو پنپنے نہیں دیں گے اور اُن کا تعاقب جاری رکھیں گے

کانفرنس کو کامیاب بنانا تمام مسلمانوں کا فریضہ ہے

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت 35 اسٹاک ویل گرین لندن ایس ڈبلیو 9 ایچ زیڈ یو کے
فون: 0207-737-8199